

حصہ دوم

پہنچانہ

تحریک امروزی



لے۔۔۔ سا کا ڈیگی

مانجی مٹریٹ۔ گارڈن ایسٹ۔ کراچی



کِتَابِ مُہم ہِبْنَاءِ مُرَجَّم



فنِ تنویم کاری کے تجربات اور مشاہدات

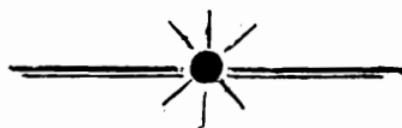
حصہ دوم



رئیس امر و ہوی

ناشر — رئیس اکادمی

ویت — پھر پے



پہلا ایڈیشن

اکتوبر ۱۹۶۶ء



رئیس اکادمی

۱۔۱۲۹۔ مانگ جی اسٹریٹ گارڈ ایسٹ کراچی ۳

فون نمبر: ۰۵۵۶-۳۳۰۰

مطبوعہ: انجن پس کراچی

تزویجی تجربات

آج سے تقریباً دو سال قبل میں نے اپنی ایک کتاب "ہنپاٹزم" (رجلہ اول) پڑھی تھی۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے ہنپاٹزم پر کئی کامیاب تجربات کئے۔ مثلاً یہ کہ معمول پر تزویجی نیند طاری کرنے کے بعد اسے یہ ترغیب دی کہ وہ آنہکیں بند ہونے کے باوجود اپنے گردوبیش کی چیزیں دیکھ رہا ہے۔ پھر دروز کی ترغیب دہی کے بعد معمول اس قابل ہو گیا کہ وہ آنہکیں بند کر کے نزدیک و دور کی سب چیزیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے معمول پر "لبے حسی" طاری کرنے کا تجربہ کیا۔ میں نے معمول سے کہا کہ میں تمہارے باہم ہاتھ ہیں تو اُن چھوٹوں گا اور خراش لگاؤں گا۔ مگر تمہارے باہم ہاتھ کو کسی تکلیف کا احساس نہ ہو گا۔ یہی ہوا۔ میں نے معمول کے باہمیں بازو میں سوئی چھوٹی۔ مگر اسے تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ نہ خون ہوا، بعد ازاں میں نے اسے۔ ترغیبات بعد التشویم (لعنی ۱۹۵۷ء) میں نے تزویجی نیند زائل ہو جانے کے بعد بھی۔ جب نہماز سے باہمیں بازو میں سوئی چھوٹی چائے گی تو تم قطعاً اسکی تکلیف محسوس نہ کرو گے۔ چنانچہ جا گئے کے بعد بھی جب اس کے باہمیں بازو

میں سوئی چھوٹی لگئی۔ تو اسے کسی تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ نہ سوئی چھوٹے سے خون کا قطہ برآمد ہوا۔ اب تجربے کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔ اسی معمول پر دوبارہ تنوبی نیند کی کیفیت طاری کی لگئی۔ اور سالقہ ترغیب رعنی سوئی چھوٹے سے نہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔) زائل کر دی گئی۔ پھر دوبارہ سوئی چھوٹی لگئی۔ تو معمول کو تکلیف محروم ہوئی۔ آپ نے اپنی کتاب ہنپاڑزم میں لکھا ہے۔ کہ ترغیبات کے ذریعہ معقول کے جسم مثالی روزانی جنم کو اسکے خاکی جسم سے وقتی طور پر الگ کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے بعض بترات بھی لکھے ہیں۔ سوچا کر یہ تجربہ بھی کر لیا جائے۔ چنانچہ میں نے ایک معمول پر مناڑما کا عمل شروع کیا۔ ریہ ترغیب دی کہ نہ تھارا جنم مثالی تمہارے جسم خاکی سے الگ ہو رہا ہے۔) اتفاق سے اسی وقت ایک دوسرے صاحب بھی موجود تھے۔ حالانکہ میری قوجہ ان کی طرف مبذول نہ تھی۔ ناہم ان صاحب نے از خود میری ترغیبات پر عمل شروع کر دیا۔ اور واقعی وہ "ہینٹاڑڈ" ہو گئے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ ان پر تنوبی کیفیت طاری ہو گئی۔ تو جان بوجھ کر ان دوسرے صاحب کو یہ ترغیب دینی شروع کی۔

"آپ اپنے جسم سے باہر نکل ہے ہیں"

چند باریہ فقرہ دہرانے کے بعد میں نے اس طرح کی آوازیں شیئں۔ جیسے پانی میں بلبلے اٹھ رہے ہوں۔ اسرقت بڑا دہشتگاہ کمال تھا۔ خوف کی لہریں میرے جسم میں دوڑ گئیں۔ اور یہ حالت آناؤ فاناً میں ہو گئی۔ بغیر میں ترغیبات لپیٹا رہا۔ ابھی میں ترغیبات دے رہا تھا

کے معمول حد سے زائد خوف زدہ ہو گیا۔ اور بہت آہستہ آوازیں بولا کر ”اب مجھے اٹھا دیجئے“ پونکہ یہ پہلا بھروسہ تھا۔ اس لئے میں نے معمول کی گھبراہٹ کو مدنظر رکھا اور اسے ترغیب دینی شروع کی کہ تم اپنے جسم میں واپس آئے ہو۔ رفتہ رفتہ معمول کے ہوش و حواس بحال ہوئے لیکن وہ کافی دیریک پریشان بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر ہوا یاں اڑڑی بھیں۔ اسکے چہرے مہرے سے اندازہ ہوا کہ وہ کسی خوفناک تجربے سے گزر ہے۔ جب ذرا اوسان درست ہوئے تو اس نے کہا

جب آپ جسم سے باہر نکلنے کی ترغیبات نے ہے قبھ تو کچھ دیر بعد میرے جسم سے لہریں اٹھنے لگیں۔ لہریں اٹھ کر اپر جاتیں اور پھر پیچے آتیں۔ لہروں تقریباً ایک فٹ اور پر جاتیں اور پیٹھیں، معمول اس وقت چار پاپی پر اس طرح لیٹتا تھا کہ اس کی پشت چار پاپی پر اور منہ عقب کی طرف تھا۔ سرتسلے کی طرف ایں روپہ شماں کھڑا ترغیبات نے رہا تھا۔ اگلے روز شام سات آٹھ بجے کے درمیان معمول کو پھر ہپنائائزڈ کیا۔ اور یہ ترغیب دی کہ

تم اپنے جسم سے ہلکے ہو کر اور اٹھا ہے ہو۔ میں نے اس مرتبہ معمول کو جسم سے باہر نکلنے کی ترغیب نہیں دی۔ کچھ دیر بعد گھبرا کر خوف زدہ ہلکے میں بولا کہ ”خدا کے لئے مجھے اٹھا دو۔“ اس نے یہ فتوحہ اتنے پریشان کن ہلچ میں کہا کہ میں نے اسکے جسم کو ہلکا کئے بغیر اسے فوراً اٹھا دیا۔ ترغیبات کے دروان اس کے جسم کی کچھ حصے یعنی پیٹ، نیزہ کو ہے اور رامیں وغیرہ اور اٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کیا بات تھی؟ اس نے کہا کہ جب میں تنوبی نیند کے عالم میں تھا تو ت

میں نے سوچا کہ ہمیں ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح پھر میرے جسم میں ہریں
 چلنی شروع ہو جائیں۔ نتوبی نیند ختم ہونے کے چند لمحے بعد اس نے
 کہا کہ مجھے۔ پھر میرے جسم میں ہریں پل رہی، میں۔ وہ اس کیفیت سے
 بہت خوفزدہ ہوا۔ اور میں بھی اکیونک مجھے خود معلوم نہیں تھا کہ یہ
 ہریں چلنے کا مسئلہ کیا ہے۔ اب کیفیت یہ تھی کہ جیسے ہی وہ ہمیں بیٹھا
 یا لیٹتا تو جسم میں ہریں چلنی شروع ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ کر چلنے لگتا
 تو ہریں چلنی بند ہو جاتی۔ یا انکی شدت میں کسی آجائی۔ میں نے
 کو شیش کی کہ وہ ہریں کی کیفیت کی وضاحت کر سکے۔ میکن وہ اس
 کیفیت کی وضاحت نہ کر سکا۔ صرف یہ کہنا رہا کہ ہریں ہریں ہریں
 ”تنیزم زدہ“ رہنٹاٹا ناٹرڈ ہونے سے پہلے اس نے کھانا نہیں
 کھایا تھا۔ تنیکی حالت ختم ہونے کے بعد اس نے چائے پی۔ اور بکٹ
 وغیرہ کھائے۔ خیروہ اس کیفیت رجسٹر میں ہریں چلنا) سے پنج کے لئے
 ، رات بھر چلنا۔ پیٹھ جاتا تو جسم میں ہریں دوڑنے تھیں۔ کھڑا
 ہو جاتا تو ہریں کا زور شور شروع ہو جاتا تب پُراسار معاملہ تھا
 میں بھی اپنے معمول کے قریب موجود تھا۔ توجہ باشنسے کے لئے اس نے
 میرے سینے کے مطابق ایک آل پن لے کر ہاتھ پر لے کے ہے چھوٹے
 شروع کی۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ساری رات جا گئے کے بعد صبح
 چار بجے ہم دونوں ایک مشہور تنیزم کار رہنیاٹ، ڈاکٹر انیس
 صاحب کے گاہ پہنچے، ان سے ہر بجے صبح ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر
 کی ملاقات سے قبل اس نے چائے پی۔ اور پھر ٹہلنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر
 صاحب نے اپنے کلینیک میں ملاقات کا وقت دیا۔ ہم دونوں نے

اس دوران ہوٹل میں ناشستے کا پروگرام بنایا۔ یہ رت ایگزیکٹیو کے
ناشستے کے دوران جسم میں ہڑوں کا چلنے بند ہو گیا۔ ناشستے کے بعد ہم
ڈاکٹر انہیں کے کلینیک میں پہنچے اس وقت معمول پر سکون تھا۔ ہڑوں کا
انمار پڑھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کیفیت سننے کے بعد کہا
کہ یہ بڑی اچھی علاالت ہے یہ قوت کی ہریں میں جو نہ تھا اسے جنم نہیں
دوڑ رہی ہیں۔ یہ طاقت بہزار مشکل ہاتھ آتی ہے۔ اور لوگ اس
طاقت کے حصول کے لئے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے اور مشقت جھیلتے
ہیں۔

قوت کی ہریں

ڈاکٹر صاحب نے معمول رجیاب نجم مریض بن چکا تھا۔ کوشورہ
دیا کہ تم اس زحمت کو جو عارضی ہے۔ برداشت کرو۔ مگر معمول اس پر راضی
نہ ہوا آخر ہی فیصلہ کیا گیا کہ معمول کے جسم نے تزعیب کے ذریعہ ہڑوں
کو باہر نکال دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے معمول پر نیند طاری کئے
بغیر ہاتھ کے پکسر رملیض کے جسم پر ہاتھ پھیرنا کے ذریعہ معمول کے
جسم سے ہریں نکال دیں۔ اور وہ پر سکون ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے
فرمایا تھا کہ میں نے تمہارے جسم کی ہڑوں کا ایک حصہ نکالا ہے۔ ابھی کچھ
ہریں جسم میں باقی ہیں۔ اگر سب ہریں ایک ساتھ نکالی جائیں تو جنم
میں شدید درد نہ رکھ ہو جائے گا۔ خیر ہم گھر آگئے۔ دن آرام سے
بس رہا۔ اور رات کو وہ معمول کے مطابق سو گیا۔ سوتے سوتے
اچانک جاگ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سہنے لگا کہ پھر ہرے جسم میں ہریں

چلنی شروع ہو گئی ہیں۔ اور شریدہ تکلیف ہے۔ پھر اسے محسوس ہوا کہ میرا جسم ہلکا ہو گیا ہے۔ اور میں اُپر اٹھ رہا ہوں۔ اس ولقے کے بعد ہم لوگ پھر ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچے۔ اور ساری کیفیت ان سے بیان کی ڈاکٹر صاحب نے مثورہ دیا کہ جسم سے ساری ہر بیس نہ نکالی جائیں۔ لیکن ہمارے افراد پر پاکس کے ذریعہ چند ہر بیس جسم سے نکال دیں۔ اور فرمایا کہ تم لوگوں روحاںی حلقة بناؤ۔ اور اس روحاںی حلقة کے ذریعہ معقول کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہ بھی ہدایت کی کہ اس روحاںی حلقاتی میں جاویدہ اختیاراتی کو بھی شامل کیا جائے۔ اس سے قبل جاویدہ اختیاراتی سے میرے کتنی ملاقاتاً پڑیں، ہوچکی تھیں۔ یاد ہے کہ یہ ہی جاویدہ اختیاراتی سے ہے۔ جن کا ذکر آپ نے اپنی کتاب ہیناٹریم میں کیا ہے۔ نیز ہم لوگ دلپس آگئے اور پھر تیسرا مرتبہ اس اراضی سے ڈاکٹر صاحب کے پاس کئے کہ معقول کے جسم سے تمام ہر بیس نکال دی جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھے مثورہ دیا کہ میں معقول پر تنزیکی نیند طاری کر دوں اور "ترفیبات" (رجسختن) کے ذریعہ ہر بیس جسم سے باہر نکالنے کی کوشش کر دیکھوں میں نے معقول کو حبے معقول "ہنپڑا مازڈا" کیا۔ اور حب ذیل نقے دہرانے شروع گئے۔

تمہارے جسم میں جو ہر بیس پل رہی تھیں۔ وہ باخقوں کے راستے برادر باہر نکل رہی ہیں۔ باہر نکل رہی ہیں۔

باخقوں کے راستے برادر باہر نکل رہی ہیں۔ نیتھی یہ ہوا کہ اس دوران ہر دن کی شدت میں کمی آتے لگی۔ اور میں نے

ڈاکٹر کے مشورے سے یہ ترغیب دہرانی شروع کی کہ تمہارے جسم سے ہریں بالکل نکل چکی ہیں۔ اب تم کبھی جسم میں ہریں چلتے محسوس نہ کرو گے۔

ان ترجیبات کے نتیجے میں معمول کا یہ احساس بالکل ختم ہو گیا کہ اس کے جسم میں ہریں روای دواں ہیں۔ اور وہ بالکل صحت مند ہو گیا ڈاکٹر صاحب نے چونکہ تنزہ بھی ترجیبات کے زیر اثر کو معمول یہ محسوس کرنا دیا ہے کہ اس کے جسم سے ہریں نکل چکی ہیں۔ اس نے امکان ہے کہ اب مرضی کبھی یہ تکلیف محسوس نہ کرے گا۔ نامہ پر کان میں بھی کہہ دیا کہ ممکن ہے۔ مرضی پھر اس تکلیف محسوس کرنے لئے۔ چنانچہ وہی ہوا چند ہی روز بعد مرضی (معمول) نے پھر ہریں چلنے کی شکایت کر دی یہ احساس بھی دوبارہ شروع ہو گیا کہ بیڑا جسم ہلکا ہو رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ کیفیت بھی شروع ہوئی کہ معمول نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں کوئی چیز ہل رہی ہے۔ اور اس کی ٹانگیں ہواں میں الٹھ رہی ہیں۔ یا اٹھنے والی ہیں۔ اب میں نے بھروسہ تنزہی علاج کا فیصلہ کیا اور معمول کو روزانہ "ہپناٹائزڈ" کرنا شروع کیا۔ ہر بار یہی ترغیب دہرانا کہ تم بالکل صحت مند ہو۔ اور اب تم جسم میں ہریں چلنے بالکل محسوس نہ کرو گے۔ ابتدا میں معمول کو روزانہ ہپناٹائزڈ کرنا ہتا۔ پھر وقت و قتنے سے تنزہی یینڈ طاری کرنا بھانا بینک معمول کا یہ احساس ہی ختم ہو گیا کہ اس کے جسم میں ہریں چل رہی ہیں لیکن اپک نیا احساس ابھر کا پڑے جسم میں سنتی دوڑ رہی ہے۔ اور جسم میں ہو رہا ہے۔ پھر یہ کیفیت بھی ختم ہو گئی۔ اور یہ محسوس ہونے لگا

کہ ہاتھوں کے راستے کوئی شے باہر نکل رہی ہے۔ جب وہ کسی شے پر تو چہ مرکوز کرنا تو، یہ کیفیت محسوس ہوتی۔ یہی نہیں بلکہ وی اور سینما دیکھتے وقت بھی جسم یہی سننی ہی دوڑ جاتی اور لگتا کہ کوئی قوت انگلوں کے راستے باہر نکل رہی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ احساسات بھی تزعیبات کے ذریعے غائب ہو گئے۔ اور وی یا سینما دیکھتے وقت اسے کوئی یعنی عمولی الحاس نہ ہونا۔ پھر معمول کو یہ تزعیب دی گئی کہ تمہیں تنگ کرنے والے تقاضی یہی ذرے دیہرے دیہرے جم سے بالکل باہر نکل لئے ہیں!

یہ تزعیب بھی موثر ثابت ہوئی۔ معمول کچھ رن بالکل پر سکون رہا۔ پھر اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ ہل رہا ہے کھڑے کھڑے جسم ہلکا ہونا ہوا محسوس ہونا تو ایسا لگا کہ جسم کا وزن ختم ہو رہا ہے۔ اور وہ ہلکا ہو کر اور پر اٹھنے والا ہے۔ نیند میں یہ احساس ہونا کسی نے جگا دیا ہے۔ اور جسم تن ہونے لگا پھر یا کہ ایک روز اس نے محسوس کیا کہ جسیے جلی کا جھسکا رشک، نگاہ ہے اور پھر رگ و پے بیس ہر دن کے دوڑنے کی کیفیت محسوس ہوتی۔ میں نے بر قی جھٹکوں اور لڑوں کے بارے میں دوبارہ اسے تزعیبات دیں۔ رک نہ اب تم بر قی جھٹکے محسوس کرو گے نہ جسم میں ہر بیس چلیں گی۔ تو افادہ ہو گیا۔ الحمد للہ کہ آج کل وہ ذہنی طور سے پر سکون ہے۔ میں نے اس کا آخری تنوبی علاج جزوی (۱۹۶۷ء میں) کیا تھا۔ اور اب ما تا چ ۱۹۶۸ء ہے اندراز اپنے ماہ سے اس نے کوئی بغیر عمولی کیفیت محسوس نہیں کی! اب از راہ کرم چند سوالات کے جوابات دے رہیں۔

- ۱۔ جب کسی کا جسم مثالی ایک جم خاکی سے باہر نکلا ہے۔ تو کیا لے یہ احساس ہونا ہے کہ جم میں ہریں دوڑ رہی ہیں؟ آپ نے اپنی کتاب "ہنپا ظرم" میں ان ہریں کا کوئی ذکر نہیں کیا۔
- ۲۔ یک قسم کی ہریں ہیں۔ وہ بلیلوں کی آواز وہ دہشت ناک سماں اور وہ خوف کی کیفیت، آخری سب کیا تھا اور کیوں تھا؟
- ۳۔ جم میں ہریں دوڑنے کا عمل خود بخوبی طرح شروع ہو گیا۔
- ۴۔ اسکے بعد جم بہ جو پیز ہلتی تھی۔ وہ کیا تھی۔ اسے یہ احساس کیونکہ ہونا تھا کہ میں اور پڑنے والا ہوں۔ کسی پیز کو گھورنے سے اس پر کیفیت کیونکہ اور کس لئے شروع ہو جاتی تھی۔
- ۵۔ کیا اب وہ پوری طرح صحت مند ہے۔
- ۶۔ یہ برقرار جھٹتے کیسے تھے۔ اور یہ احساس بھی کہ اسکے ملکے سے وقت کی ہریں نکل رہی ہیں۔
- ۷۔ اس کے جم میں سنتی کیوں دوڑ جاتی ہے سنتی کے اسباب کیا تھے؟ یہی عرض کر دوں کہ تنہ بھی عمل سے قبل معقول کو "معقول کاری" (منباً) کے سلسلے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ پھر یہ کہ میں تنہ بھی نیند طاری کر رہا تھا دوسرے شخص پر! یہ شخص دیکھا دیکھی خود بخود "ہنپا ظرم" ہو گیا۔ معقول کا مہنی یہ ہے کہ اس سے قبل اسکے ناجائز تعلقات کبھی لڑکی سے تھے اس نے زہنی الحجموں سے تنگ آ کر ایک مرتبہ خورکشی کی غرض سے گولیاں بھی کھائی تھیں۔ معقول وقفہ وقفہ سے نئے کا عادی بھی زہا ہے۔ اور شریب دبیر بھی پیشا رہتا ہے۔ مزید ایک بات عرض کر دوں کہ ڈاکٹر انیس نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ جب معقول کو ہریں بہت تنگ کرنے لگیں تو تم اسے

کی قوت سے ان ہر دن کو اپنے اندر کچھ لینا۔ طریقہ یہ ہے کہ تمہارا منہ شمال کی طرف اور معمول کامنہ جنوب کی طرف ہو۔ ہیں معمول کے ہاتھوں کو دباؤں اور تصور کر دوں کہ معمول کی ہر ہی میرے اندر منتقل ہو رہی ہیں۔ معمول یہ تصور کرے کہ میرے جسم کی ہر ہی محتہلے عامل کے، جسم پس داخل ہو رہی ہیں۔ اس دوران معمول جب میرے زیر علاج تھا میں نے حب فیل خواب دیکھا کہ میرا جسم ذات میں بتديل ہو چکا ہے۔ یعنی لا تعداد ذرے میرے جسم کے ہو گئے۔ اور ایک علیحدہ جسم کی شکل اختیار کر گئے۔ جب کہ میرا ماری وجود اپنی جگہ قائم ہے۔ میرا یہ ذاتی جسم مجھ سے آٹھ یا نو دس فٹ کے فاصلے پر ہے۔ میں دیکھا کہ ذرات متوك تھے۔ یعنی ہر ذرہ اپنی جگہ ادھر اور ہر حرکت کر رہا تھا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تمام ذرات اپنی اپنی جگہ رہ کر متوك تھے میں اس وقت لیٹا تھا۔ اور میسکر ذاتی جسم کی حالت بھی بھی تھی۔ عجیب تریکہ اس عالم میں ذاتی جسم کی ذہنی کیفیات بھی مجھے محسوس ہو رہی تھیں اور طرفی عجوبی یہ کہ اسی کے ساتھ ساتھ ماڈی جسم کی کیفیات اور احشایت کا بھی اندازہ تھا۔ البنت یہ ضرور ہے کہ اس عالم میں اپنے جسم کو حرکت دینے کے قابل نہ رہا تھا۔ ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی، نہ اٹھا، ہننا جلنیا چاہا نہ ہل جل سکا۔ کچھ دیر کے بعد ذاتی جسم کا احساس ختم ہو گیا تو میں حالت ہوشی میں آگیا۔ بعد ازاں یہ کیفیت کبھی محسوس نہ ہوتی۔ ازدواج کرم ان تمام کیفیات کی بفیضیات اور فن تنظیم کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

دگل فشاں بخاری۔ کرشن نگر لاہور

قابل غور

گل فشان بخاری نے جس کیس کی تفصیل لکھی ہے۔ وہ کہی اختصار سے قابل غور ہے۔ گل فشاری بخاری کسی دوسرے صاحب کو "ہنڑا نزد" کرنا چاہتے تھے۔ اور انہیں تنزیہی ترغیبات نے یہ ہے تھے۔ سو، اتفاق سے یہ حضرت ابی اس مجلس میں موجود تھے۔ ان صاحب نے رجہیں معقول ننانے کی کوشش کی جا رہی تھی، ان ترغیبات کا اثر قبل کیا یا نہ کیا۔ یہ تو معلوم نہیں البتہ یہ صاحب خود بخود رہن پا نہ زد ہو سکتے۔ حالانکہ عامل کی وجہ انکی طرف مبذول نہ ملتی! اس سے اندازہ ہونا ہے کہ یہ صاحب کس سُدت سے اثر پذیر واقع ہوتے ہیں۔ اور ان میں ترغیب پذیری ۷۶۹۶۵۷۱۸۴۷۵

کتنی صلاحیت موجود ہے۔ گل بخاری تنزیہی ترغیبات کے ذریعہ جسم مثالی اور جسم خاکی کی علیحدگی کا بتحریک رکنا چاہتے تھے۔ جسم مثالی (پیکر نور کیا یہے ہی پی) معتقد تصنیف میں اس موصوع پر گفتگو کر چکا ہوں۔ رہبر حال گل فشان بخاری کی ترغیبات سے معقول پر عجیب کیفیت طاری ہوتی اور خود بخاری صاحب کو ہیران کن شاہد ہوا۔ لکھتے ہیں کہ چند بار میں نے اس طرح کی آوازیں سنبھیں جیسے پانی میں بلٹئے اٹھ ہے ہوں اس وقت بڑا مشکل سماں تھا۔ خوف کی ہر مرے جسم میں دور گئی۔ "عامل ہی اس کیفیت سے سے خوفزدہ نہ تھا۔ خور معقول کامال سے دمہت کے چرا حال تھا۔ چنانچہ اس نے گل فشان بخاری سے درخواست کی کہ "اب مجھے اٹھا دیجئے"۔ معقول کا بیان ہے۔ کہ ان ترغیبات سے کہ ہیرا جسم مثالی جسم خاکی سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ جسم سے ہریں اٹھ رہی ہیں۔ ہریں اٹھ

کراور پر جاہیں اور سچے پلٹ آہن۔ لہریں اٹھنے اور دب جانے کی کیفیت نے معمول کو خوفزدہ کر دیا۔ اور مستقل ذہنی بیماریں گیا۔ آخر طریقی شکل سے تنفسی علاج کے ذریعہ خوفزدہ معمول نے اس حالت سے نجات پائی۔ اس تحریک سے اندازہ ہوتا ہے کہ عمل تنظیم ہیں کئی احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور یہ کہ عامل تنظیم کا اپنے عمل پر قادر ہونا لکھنا ضروری ہے؟ انسان زہن کی نزاکتوں، پیچیدگیوں اور رفتاروں کو سمجھنا قریب قریب ناممکن ہے۔ تنظیم کاری اور تخلیل نفسی کے ذریعہ ہم انسانی نفس کو چھوٹے چھیرتے اور متحرک کرتے ہیں۔ اگر ذرا سی غلطی ہو جاتے تو آدمی ایسے نارمل بک بعض حالات میں بخنوط الحواس ہو جاتا ہے۔ بگل فشاں بجا ری کو عمل تنظیم پر پوری قدرت حاصل ہوئیں بھی وجہ ہے کہ ان کے معمول کو اتنی تکلیف اٹھان پڑی۔ پھر یہ کہ جس شخص سے ان کا واسطہ پڑا تھا وہ خود بلا کا حاس اور انہیا درجہ کا ناشر پذیر واقع ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے تزعیب کو اس قدر جذباتی انداز میں قبول کیا کہ خود اسکی شخصیت میں مستقل شکاف پڑ گیا۔ اور وہ ایک لفیقات میں کی جسم طرح عمل کرنے لگا۔ اس تحریکے بے یہ بھی معلوم ہوا کہ جسم خاکی نسیم مثاثی کا عیالِ حدگی کا معاملہ کس قدر نازک اور پر از خطر ہے اور ان دونوں جسموں کی جہاتی کی کوشش سے راگر غلط طور پر کی جاتے ہیں۔ کیسے سنگین نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

دو طریقے

تنفسی عمل کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ آپ کو کوئی تنظیم کا رتمنی ترغیب دے اور آپ ان ترغیبات کو قبول کر کے ان کے مُطاہد عمل

کریں۔ دوسری طریقہ ہے کہ آپ خود اپنے اور پرنویکی کیفیت ترغیبات کے ذریعے طاری کریں۔ اے ہاؤس SELF HOSPITAL کہتے ہیں۔ ترغیبات پر عمل کرنے کی فرمہ داری معمول پر عالمہ ہوتی ہے۔ خواہ وہ ترغیبات عالی کی زبان سے ادا ہوں یا خود معمول انہیں دہراتے نتھے یکاں ہے البتہ عین ممکن ہے کہ معمول تنظیم کا رکی ترغیبات پر عمل کرنے سے انکار کر دے۔ اس صورت میں ممکن ہنیں کہ آپ اس پر تنویکی کیفیت طاری کر سکیں! احوال یہ ہے کہ تنویکی کیفیت کے سچے ہیں۔ تخفیر تعریف یہ ہے کہ تنویکی کیفیت انہا درجہ کی ترغیب پذیری کی حالت کو کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ - CONDITION OF HEIGHTENED SUGGESTION

(B1/L171) - یعنی وہ حالت جب انسان کوئی ناٹ قبول کرنے کے لئے بنتا ہو۔ مثلاً کسی خوبصورت رل رپا چہرے کو دیکھ کر آدمی کا دنگ رہ جانا۔ اس "دنگ رہ جانتے" کی حالت میں اے جو ترغیب دی جاتے گی۔ وہ براہ راست اسکی روح میں اتر جاتے گی۔ جس حالت کو انگریزی میں "ہائی پینڈ سجنیٹیشن" کہتے ہیں۔ وہ مختلف ذرائع سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً نشے کے عالم میں! محض انگریز موسیقی کے وجد آڑس بول شن کر۔ ہوش رُبا رقص دیکھ کر مصوروی کے نادرشاپکار۔ کوئی پرشکوہ عمارت، کوئی ڈرامائی منظر کوئی وجد آڑیں نظارہ، مثلاً طلوع و غروب آفتاب کے مناظر، پر جلال کوہاڑوں کی جھلک ناحد نظر بلطم آڑیں سمندروں کا چذر و مڈی پر تم نیکات انسانی نفس میں ایک ایسی پرگدان، رقین کیفیت پیدا کرتے ہیں کہ اس طرح جونقش لگایا جاتا ہے۔ وہ اُن مٹ ہو جاتا ہے۔ خعرو خطابت سے بھی انسان پر ہم تنہ ہم کیفیت طاری کی جاسکتی ہے۔ جب کوئی ترغیب نفس انسانی میں پیوست

ہو جاتی ہے۔ تو پھر اسکی قوت کی کوئی انہت نہیں رہتی، وہ پوری اپنی
شخصیت کو بدل دیتی ہے۔ اور تر غیب کی بدولت نیا انسان وجود میں آ جاتا
ہے۔ تر غیب دہی کے جتنے زدائع عہد حاضر کے پاس ہیں۔ اسکی مشاں ماضی
کی سی نیارتخیں نہیں ملتی۔ یہ تبلیغ، تشهیر اور اشاعت و اشتہرا کا زمانہ
ہے۔ فلم رویلو، ٹی وی، مواصلاتی سیالیے، اخبارات۔ رسائلِ ان سب کا
ایک ہی صرف ہے۔ یعنی ایک نقطہ نظر کی بار بار بھر پور اور پے پے تہذیر کرنا۔
آج تجارت صنعت اور سیاست کا کوئی گوٹ ایسا نہیں ہے جس میں تر غیب
پذیری کی تحریک کا رزمانہ ہو۔ ایسا کی فروخت اور اپنی مصنوعات کو مقبولہ
علم بنانے کے لئے کاروباری اداروں نے اس زور شور سے شہادت کی مہم شروع
کر لئی ہے کہ خدا کی پناہ ان تر غیبات۔ ہدایات۔ اشارات۔ اور سمجھیشنز صرف
ازاد کو ہی نہیں۔ جماعتوں کو بھی تنوبم زدہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت جب
کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ ریاضی ماترخ من اپنی سوستنر، پاکستان میں عام
انتظامات کا ہنگامہ گرم ہے۔ ایک طرف پیپلز پارٹی ہے اور دوسری طرف پاکستان
قوی اتحادیہ پوری ہم اجو۔ ارجمندی سے سرفراز ہوتی ہے۔ اور دس ماہ پر
کو ختم ہو گئی۔ اجتماعی ہپتا ٹزم کا بہترین نمونہ ہے۔ دونوں جماعتوں کے بینر
اور پرچم پوئے پاکستان میں لہرائے ہیں۔ ان بینرز پر عجب تجربے لکھے
ہوتے ہیں۔ لوگوں کی ٹولیوں نے ایک عوامی شاعری ایجاد کر لی ہے۔ کچھ زدوں
کچھ ہم موزوں اور کچھ ناموزوں فتوے۔ ان فتوزوں۔ ان نعروں کو بار بار دہراتا
جارہا ہے۔ ان بوون کو بار بار گایا جا رہا ہے پھر جو س الگ ہیں جلے الگ
ہیں۔ نفرے الگ ہیں۔ تقریبیں الگ ہیں۔ ایک طرف مزدور کسان راج
کے نفرے ہیں۔ دوسری طرف نظامِ مصطفیٰ اور نظامِ ثعلبیت کے دعوے

ہیں۔ ان نعروں اور دعووں کی حقیقت و صداقت پر بحث نقصوں نہیں، ہم اس تمام مسئلے کا جائزہ نفیا تی نقطہ نظر سے لے لیتے ہیں۔ انتخابات میں حصہ لینے والے ہر فریق کی کوشش یہ ہے کہ وہ حلقہ رائے دہندگان کو "ہپناٹائزڈ" کر دے۔ ایک نفر کو جتنی بار دہرا یا جلتے گا۔ ایک اعلان پر درپے جس دیدہ دیری سے کیا جائے گا۔ ایک منیں مقصد کو افلاط اور اشارات کے زریعہ جس قوت سے پہنچ کیا جاتا رہے گا۔ عوام آنا، ہی اثر قبول کریں گے۔ عجیباتفاق ہے کہ جب ہپناٹرم کی جلد اول زیر ترتیب تھی تو مشرقی پاکستان کے انتخابی نشان تھے پر گفتگو اور حیثیت جاری تھیں۔ اور نشان عجیب اور عوایی لیگ نے عوام کو جس طرح ہپناٹائزڈ کر دیا تھا اپر اٹھا ارجمند کیا جا رہا تھا۔ اس سلسلے میں وضی کیا گیا تھا کہ

گروہی یا اجتماعی تنظیم کاری

تنظیم کا ایک عجیب غریب مظہر "گروہی تنظیم" یا - (MASS HYPNA) ۷۱۴۸۱ - ہی ہے اگر دس آدمی بیٹھے ہوں۔ اور آپ ایک شخص کو تنظیم زدہ کر دیں۔ تو باقی نو آدمیوں پر یہ آسانی تنظیمی کیفیت طاری کی جا سکتی ہے گروہ ہپناٹرم یا گرڈ ہی تنظیم ظاہیں نفیا تی عمل ہے۔ اگر آپ سی ہشاش بٹاش مجمع ہیں بیٹھے ہوں۔ تو نامحالہ دوسریں کی تقلید یا تاثر یا چھوٹ کے سبب آپ کا موڑ بہتر ہو جاتے گا۔ دوسریں کو ترقیت لگاتے دیکھ کر آپ بھی سکرئے پر محصور ہو جائیں گے۔ خواہ آپ بذاتِ خود لکتنے ہی آزدہ خاطر نیکوں نہ ہوں فارسی کا مصرع ہے۔

افسردہ دل افسردہ کستدا بخنزے را

یعنی اگر مجلس میں کوئی افسر دہ کرے توہ ساری اجنب کو افسر دہ کر دے گا۔ لوگوں کو ہستے دیکھ کر ہستے رکن۔ رکنے والوں کے مجمع میں جا کر آبدیدہ ہو جانا۔ اشتھان ایجنسیوں کے ہجوم میں پہنچ کر مشتعل ہو جانا۔ یہ سب روزہ مرہ کے منظاہر میں انسان گروہ لپند جالوز واقع ہوا ہے۔ وہ اپنے ہم چسنوں کی تلفیض پر مجبو ہے۔ تمدن کی بنیاد ہی تلفیض پر رکھی ہے۔ گردی ذہنیت اجتماعی عمل تلفیض۔ اس کو کہنے میں ہم جس گروہ جس جماعت سے والبتہ ہیں۔ اس کے خیالات افکار، تصورات اور اعمال میں ہماری ذہنی دماغی اور علمی شرکت ناگزیر ہے ہم اجتماعی اثرات سے پہنچ ہی ہمیں سکتے۔ دنیا کی تمام انسانوں ایجنس اور مذاہج ساز تحریکیں گردی تجزیم کاری کی نظر ہوتی ہیں۔ یعنی ایک جماعت بعض اجتماعی تزعیبات سے "ہپنا ٹاڑڈ" ہو کر ایک ہی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔ میں خود تحریک پاکستان میں اس "گروپ ہپنا ٹزم" کا بخرا کر چکا ہوں۔ پاکستان کا مطابق برکو چک کے اکثر تھے صوبوں کے مسلمانوں سے تعلق رکھتا تھا۔ تاقیم شدہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں تھے۔ مثلاً دہلی۔ یو پی۔ کی پی۔ بہار اڑیسہ، بمبئی مدرس وغیرہ ان کو ہندوستان کی مندوہی بنا دوں پر تاقیم سے سخت نقصان پہنچنے کا اندریشہ تھا۔ اور تاقیم کے وقت اور اس کے بعد بوجاڑ پہنچ آتے۔ انہوں نے اس اندریشہ کی تصحیل بھی کر دی۔ ان تمام خذشوں کے باوجود اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے اجتماعی تجزیم زدگی رہا۔ ہپنا ٹاڑڈ کے اثر کے تحت تاقیم ہندوستان کی رُزور حمایت کی اور اپنے ہمیں لائی اور جنمی مستقبل کو بیغیر بقینی مستقبل پر قربان کر دیا۔ اجتماعی تجزیم زدگی کی اس سے بڑی مثالی میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ نیکلے دیش کی تحریک

نے مدد پیانے پر کسی گروہی تنظیم کا بثوت دیا تھا۔ عوامی لیگ کے چہ نکاح اور صوبائی خود حفظ اداری کا فخر، مشرقی پاکستان سے کروں اپناں کے لئے نزدیکی اثر رکھتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عوامی لیگ کے چہ نکاح مشرقی پاکستان والوں کے اجتماعی لاشمور کا ایک جیزی تقاضا بن گئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تمام خطرات کے باوجود عوامی لیگ کے نعروں کو بیکہا اور پاکستان سے علیحدہ ہو کر دم لیا۔ یہ اقبال ہنسپاٹزم جلد اول کا ہے۔ اور جب کہ جلد دوم کے صفحات زیر تحریر ہیں۔ پاکستانی عوام پر پاکستان قوتی اتحاد کے نعروں نے جادو کا سا اثر کر رکھا ہے۔ یہ سب اجتماعی تنظیم کاری کے اثرات ہیں۔ دنیا کے جتنے عظیم اشان اور اہم سیاسی و نظریاتی اعلیٰ ایجادات واقع ہوئے ہیں ان سب میں "ہمس ہنسپاٹزم" کا داخل ضرور تھا جس طرح ازاد تر یعنیت سے ٹھاٹھ ہو کر ہنریہ مخلوقی حرکات و اعمال کے مظاہرے کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہی حال اقوام کا ہے۔ آپ بار بار ایک دعویٰ۔ ایک نظریہ اور ایک مقصد کو ہمراہ ہیں۔ اور دھراتے جاہیں آثر کاروہ مقصد اس قوم کا ... نصب العین بن جاتے گا۔ اور وہ پوری ذہنی اور دماغی تو انہیاں اُرس نصب العین کے حصوں کے لئے صرف کر دے گی۔ تر یعنیات کے ذریعہ آپ آدمی کے حواسِ خمسہ کے عمل اور اسی کا رکرداری کو جی بدل سکئے ہیں مثلاً آپ تنزہیکی معقول سے یہ کہیں کہ تم آنکھیں کھول کر یہ دیکھو گئے کہ سانے ایک ریچھ نایح رہا ہے۔ بقین کجھ تک کہ تنزہیکی کیفیت میں مبتلا معقول سونپندری خیالی ریچھ کو ناجatta ہوا ریکھے رکھا۔ تنزہیکی تر یعنیات کے ذریعہ سامنہ کو جی بھی فریب دیا جا سکتا ہے۔ اور معقول کو ایسی آوازیں سنوائی جا سکتی ہیں۔ جن کا خارج میں کہیں وجود نہیں۔ لب سی یہ کافی ہے کہ معقول یہ باور کرے کہ اسے

آواز ناتی دے رہی ہے۔ آواز ناتی دینے لگے گی۔ یہی حال ذاتقہ کا ہے۔ تزویہ کی حالت میں معمول ہے اہل کی ترغیب کے تحت مٹھاں کو کڑواہٹ اور کڑواہٹ کو مٹھاں اور بڈبوکو خوبصورت کر سکتا ہے۔ اور کرنٹا ہے اسی طرح لام رچونے کی حس، اور شامہ رونگٹھنے کی حس، کو بھی فریب دیا جا سکتا ہے تو یہم کاری کے ذریعہ آپ معمول میں الثباں حواس کی کیفیت پیدا کر سکتے ہیں۔ الثباں حواس کی مثالیں پیش کی جا چکی ہیں۔

ٹنوم کی نوعیت

بعض بات یہ ہے کہ اگرچہ تنیم کاری کے عمل پر نقشبیاً ڈیرہ سورج سال سے تحقیقت ہو رہی ہے۔ لیکن اب تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تنیمی نیند کی نوعیت کیا ہے۔ ہپنا ٹرم کی ابتداء مریز نرم سے ہوتی تھی۔ مسمر نیم کا بنیادی نظریہ ہے کہ ہر جاندار کے جسم سے ایک پر اسرار قوت (LAW OF MUSCLES) خارج ہوتی ہے۔ اور یہ قوت ملین کو بھلا چنکا کر دیتی ہے۔ مسمر نیم کرنے والا مختلف اشیا و اجسام مثلاً مفتاٹیسی اجزاً بلور اور پانی کو مسمر آزد رہنی اس پر اسرار قوت کو ان اشیائیں منسلک کر کے، شفا بخشی کے ہیئت انیز کارنے انجام دے سکتا ہے۔ بلاشبہ بارہا اس قوت کے مختلف مظاہر کا ماثاہہ کیا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ مسمر نیم کے ذریعہ ہزار ہا ملینوں کو شفا بخشی جا پہنچی ہے۔ خصوصاً اعصابی امراض میں یہ علاج پذریعہ مسمر نیم کے کارنے ملکہور عالم ہی۔ مسمر نیم کا ایک ماہر محقق (ESDAI) لکھنا ہے کہ:-

یہ بات پادر کر لینے کی مصدقہ دلیلیں موجود ہیں کہ ایک شخص کے

جسم سے وقت حیات کی جو شفا بخش ہر بی خارج ہوتی ہیں۔ انہیں دوسرے آدمی کے جسم میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ خدا نے انسان کو چیرت انگریز طلاق ہیں بخشت ہیں۔ جو صحت و شفا کی مکمل استعداد رکھتی ہیں۔ ایک صحت مند آدمی اپنی شفا بخش قوت سے دوسرے ناصحت مندار کمزور آدمی کو تند رست کر سکتا ہے۔ اس کے صدقہ ثبوت میں چکے ہیں۔ بعد ازاں اس نظریہ کو پس پشت ڈال دیا گیا کہ انسانی جسم اور دوسرے اجام کی جیات بخش ہر بی مریضوں کو شفا بخش سمجھنی ہیں۔ ہمیشہ اڑام کی اصطلاح ڈاکٹر پریڈ کی ایجاد ہے۔ ڈاکٹر پریڈ کا بیان ہے کہ پہنچ کی حالتِ زندگی نیند، تمسی ایک نقطہ پر مکمل اڑکانہ توجہ کے پتھر ہیں پسیدا ہوتی ہے۔ انسانی ذہن ایک نقطہ رقصور، سے اس طرح چیک کر رہا جاتا ہے۔ کہ دوسرے تمام نکورات ذہن سے نکل جاتے ہیں اور پھر وہ ایک تصور، انسان کے تمام اعصابی نظام پر حکمران ہو جاتا ہے۔ ذہش کے مثماں ماہر اعصاب رئیور الوجہ، ڈاکٹر شارکوٹ کا اصرار ہے کہ ہبہ نامزد ہمیٹریاکی ایک بدلتی ہوئی شکل ہے۔

مسٹر پیا اور پہنچ ناسنر

ہمیٹریا کی خصوصیات بیان کرتے ہوتے مشہور معانیخ نفیات ڈاکٹر جی اے اصغر اپنی خود لوٹت سوائی حیات، "مرگزشت" میں لکھتے ہیں کہ رضمون کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں،

ہمیٹریا میں ہر بیماری کی نقل پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ نقل مرضی کی سمجھ بوجھ اور اس بیماری کے باعث میں اسکے تجزیات پر مبنی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بے ہوشی کے روئے کو لے لیں۔ ایسے دوسرے ہمیٹر سے

عام تھے اور ہر دو سوں اسکی شالیں ملیتی ہیں۔ پہلے تمام دماغی درود کو ہسپڑیا کی طرف منصب کیا جاتا تھا۔ مرضی کام کرتے کرتے یا کھڑے کھڑے لیکے بیچ مازتا ہے۔ اور کوئی ایسی حرکت کرنا ہے کہ لوگ اسکی طرف متوجہ ہو جاتیں پھر دھڑکے سے فرش یا چارپائی پر گرجاتا ہے۔ جسم عجیب ہے معنی اسی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ دانت سختی سے پھنس جاتے ہیں۔ مٹھے کھولنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آنہکیس اتنی زور سے پھنس جاتی ہیں کہ کھولنے کی نہم کوششیں رائیکاں جاتی ہیں۔ مرضی ملکے پیکیں جھیکاتا ہے۔ بازو ڈلانیگیں بلکہ سارا جنم بکڑا کی طرح اکڑ جاتا ہے۔ یا کبھی کبھی نوم کی طرح نرم! کبھی بھی مرضی اس تکلیف دہ پریشان میں پہنچ پڑا رہتا ہوں۔ عام لوگ اس حالت کو غشی کا دوڑہ یا "پکڑتھکتے" ہیں۔ "پکڑ کا مطلب یہ مرضی کو کوئی بد روح یا جنات گرفت میں لے جوتے ہیں۔ اور اسے ہر زیبودہ حرکت پر مجبور کر لے ہے یہ یعنی اول فوں بکت ہسپڑے پھاڑنا، بال نوچنا سر کے بال بھیر کر جھومنا۔ غشی کی یہ دلت و حقیقت مرگی سے دورے کی نقل ہوتی ہے جس کی لذیت مرضی کے تجربے اور وقت کی مناسبت سے بدلت رہتی ہے۔ گنوار عورتوں اور ان پڑھ مردوں میں یہ دماغی درد۔ آج بھی عام ہیں۔ البتہ شہروں اور تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ مرضی اپنے رنگِ ذہنک اور طور طریقہ بدلنا رہتا ہے ان کیفیات کو لپنے اور طاری کرنے میں مرضی کی شخصیت، ضرورت وقت موقع کی مناسبت اور لاشور ہیں دبی ہوئی خواہشات کا بھی کافی دخل ہوتا ہے۔ اور خود مرضی کا اپنا ارادہ اور مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ ان حالات میں بعض مرضی سخت ترین ازیتیں برداشت کرتے رہتے ہیں۔ ناک محال پر یہ واضح ہو سکے کہ مرضی سنگین ہے اور مرضی خود اس میں حصہ نہیں لے رہا

عنیش کے عام دروں اور مرگی اور ہسٹریا کے دورے میں کافی مشاہدہ
یافتی جاتی ہے۔ مگر بعض نکات ذہن میں رکھے جائیں۔ تو اس دورے کی
تشخیص آسان ہو جاتی ہے۔ ہسٹریا کا دورہ اکثر مریض کے وقت کی
ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے گرد دو پیش کا جائزہ لیا جاتے تو پہلے چل جائے
گا کہ یہ دورہ کیوں پڑا؟ اور اس دورہ کا گرد دو پیش کے حالات سے
کیا تعلق ہے؟ گو مریض اور اسکے رشتہ دار اس دورے کا تعلق اکثر
ماحوال سے نہیں قائم کرتے۔ گھر کے اندر یا ماحوال میں پچھے ایسے حالات
ہوتے ہیں۔ جو مریض کو نالپسند یا ناگوار ہوتے ہیں۔ مریض کی لاشوری
خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی دشواریوں کی طرف رجھ پر وہ خود غالب آنے
سے قاصر ہے، لوگوں کی توجہ مبذول کرتے۔ مریض خود اذیت سہہ کر دوں۔
کوازیت ہیں مبنلا کرنا چاہتا ہے۔ باکار ایسے ذہنی سکون حاصل ہو جاتے۔
ہسٹریا کا دورہ ایسے وقت پڑتا ہے جب مریض کو یہ امید ہوتی
ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکے گا۔ اور لطف
یہ کہ جتنی زیادہ ہمدردیاں لوگوں کی حاصل ہوں گی۔ دورے کی شدت میں
انہاری زیادہ اضافہ ہوتا چلا جاتے گا۔ یہوش مریض کے دانت بچھن
جاتے ہیں۔ اور بیتی بند ہو جاتی ہے۔ آپ مریض کے دانت کھونے
کی جتنی کوشش کریں گے وہ اتنی ہی مضبوطی سے دانت بند کرنے
پر اصرار کرے گا۔ اس طرح مریض پوری قوت سے دانت آنکھیں کھونے
تک بھی مراحت کرے گا۔ بیز اکٹے ہوتے جنم کو سیدھا کرنے کی ہر کوشش
کو ناکام بنا دیتا چیتا ہے گا۔ ہسٹریا کے دورے اور مرگی کے دورے میں
فرت یہ ہے کہ ہسٹریا میں پیشای خطا ہیں ہوتا اور کرنے سے چوتھیں

لگتی۔ اور دائنوں میں آگر زبان نہیں کٹتی، ہسٹریا کا مریض بظاہر بڑی سے
جان لیوا کشمکش میں مبتلا ہونا ہے۔ مگر بیاطن وہ اس ڈرامے سے عجیب
فترم کا سکون اور لذت محروم کرنا ہے۔ ہسٹریا کا مریض مختلف معابر سے
اور اپتمار داروں کی بحث و گفتوں سننے کے بعد اپنی کیفیات دورہ میں منا۔
تب ہلیاں کرنا رہتا ہے۔ اور انہی کیفیتوں کا مظاہرہ کرنا ہے۔ جو اس دوسرے
کے بارے ہیں سن چکلے ہیں۔ لیکن نفسی معانع نفل اور اصل کے فرق کا اندازہ
کر لینا ہے۔ اور سمجھ جانا ہے کہ مریض کیا سوانح رچا رہا ہے؟ اس فترم کے
دورے شدید جذباتی ماخوذ میں پڑتے ہیں۔ اور ان کا سبب دل، ہولی شدید
جذباتی کشمکش ہوتی ہے۔ اس جذباتی کشمکش کا دراماتی اہلدار ہسٹریا کے
دورے کی شکل میں ہونا ہے اصل ہے ہوشی میں مریض کی آنکھ آسانی
کے ساتھ کھل جاتے ہے۔ اور آنکھ کی تنپیں دیھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ
بے ہوشی کی کیفیت اصلی ہے یا نقلی! ہسٹریا کی بہت سی مجبس اور شکلیں
ہوتی ہیں۔ مثلاً ہسٹریا کے (جذباتی بحران) زیر اثر عارضی طور پر مریض
کی بیناتی زائل ہو جانا۔ یا گونکا ہو جانا۔ یا مثلی۔ ہسٹریا کے دوسرے پس
جسم کے بعض حصے سن اور شل ہو جاتے ہیں۔ — (HYSTERICAL PARALYSIS)

کیس پیش کیا ہے۔ جکا مطالعہ دلپی سے خالی نہ ہو گا۔ لکھتے ہیں کہ:-

چند فابل غور و اقتات

۱۹۶۵ء کا ذکر ہے کہ سول اسپتال کراچی میں ایک پنتالیس
سالہ عورت بھاری ڈیل ڈول کی داخل کی گئی وہ پچھلے چھ ہفتے سے

اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو سکتی تھیں اور روزمرہ کی حزروں ریات و حاجات بھی اس کی لڑکیوں کو کرانا پڑتی تھیں اپنارج ڈاکٹر اور میدیپلکل طلبہ و طالبات نے مریضہ کے ساتے جسم کا اچھی طرح معائش کیا۔ عام خیال یہ تھا کہ شرمناک بیماری کے عمل یا ریڑھ کل ہڈی بیٹھ جانے سے اسی دونوں ٹانگیں بالکل ناکارہ ہو گئی ہیں۔ مگر ایکمرے (۱۹۸۸ء) اور خون کے طبی معائشوں سے اس خذشے کی تصدیت نہ ہو سکی۔ تب مریضہ کو میری طرف رجوع کیا گیا میں نے معائشوں کیا تو پہنچ چلا کہ مریضہ کی ٹانگ کے چکوں میں وزابی جان ہنیں ہے۔ نہ قوت نہ حرارت اچھتے اور دل بانے کا احساس بھی مفقوہ ہے۔ سُن اوشل حصے میں بن گھونپو تو اسے ذرا تکلیف نہیں ہوتی۔ آخر میں نے مریضہ کی سوچل ہسٹری رذہنی و نفیاقی مرجز مشت (یعنی پر زور دیا۔ پتہ چلا کہ اس کامیاب معمولی ڈاکیا ہے۔ اسکی سات بیپاں ہیں۔ ان میں بڑی کی عمر تھیں سال اور چھوٹی کی عمر دس سال ہے۔ ان کا غم ہر وقت اسے کھاتے جاتا تھا۔ ان ہیں دو بیپاں بے لگام بھی ہوتی جا رہی تھیں، جس کامان کوبے حصہ صدمہ تھا۔ جب میں نے ڈاکٹر اصغر بھتھتے ہیں) اس موضوع پر مریضہ سے گفتگو کی تو وہ بے ساختہ رونے پینے اور چلانے لگی۔ اس نے اپنے عم اپنے ارزیتے اور اپنی خود میوں کی داشان کھل کر بیان کی۔ اسے متواتر استیلی دی گئی۔ سوچل ولیفیز ڈپارٹمنٹ کے توسط سے دو لڑکیوں کو ملازمت دلوادی گئی۔ اور لڑکیوں کے تینے مناسب رشتوں کی نیاش کا وعدہ کیا تو وہ اگلے دن اس قابل ہو سکی کہ اپنے پاؤں چل کر غسل خانے جاسکے۔ میں نے اس موضوع پر طلبہ و طالبات کو سیپھر دیا۔ اور واضح کیا کہ ایسے شیگین معاملات میں ٹانگوں

سے کھڑے ہونے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ بقول مرزا غالب!

ہوتے ہیں پاؤں پہلے ہی نبرد عش میں رخی

نہ ٹھر جاتے ہے مجھ سے زخمیاً کا جائے مجھ سے

اس مرض کی ایک قسم Hysterical Fugues بھی

ہے اس کیفیت کے زیر اثر مرض اچانک اپنی شخصیت کو بدل لیتا ہے۔ اور پچھلی زندگی کو ذرا موش کر کے، دور کہیں جا کر نیا طرز زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ اس کیفیت میں وہ اپنے بہن بھاپتوں اور ماں باپ تک کو پہنچانے سے انکار کر دیتا ہے۔ پچھلے سال گرمیوں کے موسم میں مری کی ایک دوکان کتب فروش پر ایک انٹارہ سالہ لڑکا تختہ دوکان پر کوئا ہوا پیا گیا۔ لڑکے کا لباس نیتیٰ مگر ہناست خستہ و بو سیدہ تھا۔ ایسا لکھا تھا کہ اسے ہنلے ہوئے مہینے گزر گئے ہیں۔ متواتر فاقدِ کمش کے سبب وہ بہت خیف و نزار نظر آ رہا تھا۔ مگر آخر اوانی ہمدردی غائب آئی اور لڑکے کے حالات جاننے کی کوشش کی گئی۔ مگر وہ کچھ تباہی سے قادر تھا۔ ہر سوال کا ایک ہی جواب لکھا کر مجھے معلوم ہنسی نہ اسے اپنا نام یاد رہا۔ نہ لینے والی کائنات! دو کا مدار بج بخش پیغام میں پڑ گیا۔ پھر حال اس نے لڑکے کے نے کھڑے بنایا۔ اور دکان پر جو ڈھونڈے ہوئے ہم پر لگا دیا۔ کام وہ بجید سمجھداری سے کرنا تھا۔ دو ہمینے بعد کراچی کے لڑکوں کا ایک گروپ گھومنا پھرنا آئی کلب فروش کی دکان پر ہی پہنچ گیا۔ اس کا گروپ میں اس لڑکے کا ایک ہم جماعت بھی تھا۔ سونے پہچان لیا۔ مگر یہ غائب دماغِ شخص اپنے دوست کو نہ پہچان سکا۔ اور کراچی سے اپنی کمی و ابتنی کا اقتدار نکیا اس کے دوست نے فوراً بذریعہ نمار کراچی ایجاد دی۔ تیرے روزگردہ

لڑکے کا بھائی مری پہنچ گیا۔ مگر لڑکے نے اسے بھی نہ پہنچانا۔ بہر حال دو کاندھار نے لڑکے کو اسکے بھائی کے سپرد کر دیا اور وہ اسے کراچی لے آیا مگر لڑکے کی یاد را نہ تھی۔ گھر میں ایک ہمینہ رہنے کے باوجود لڑکے کا حافظہ بحال نہ ہوا۔ اور وہ بدستور گھر والوں سے اجنبی بنارہا۔ آخزم کے گھر والے بھجے سے رجوع ہوتے۔ اسی ذہنی سرگزشت یہ ہے باپ بہت صروف کار دبای کا آدمی ہے۔ ہنایت گرم مزاج اور سخت پکڑ لڑکے کی ماں ان دو بھائشوں اور ایک بہن کو چھوڑ کر فوت ہو گئی تھی، اس کی پوشش بڑی بہن نے کی، پہلی بیوی کے قوت ہو جانے کے بعد باپ نے دوسرا شادی کر لی۔ بظاہر گھر کا ماحول ٹھیک تھا مگر درحقیقت اس ظاہری طوفان کے پیچے محرومی، مالوںی، اور بے تعلقی کے سمندر کروٹیں لے رہے تھے۔ نہ آپس میں محبت تھی نہ سکون میسر تھا۔ باپ صرف خرچ کے معاملے ہی فرخ دل تھا۔ باتی معاملات میں ہنایت سخت، خطا کسی کی ہو مناسب کو صحیح نہ پرلتی تھی۔ یہ لڑکا دوسروں کے ساتھ گھونٹنے پھرنے خیدر آباد گیا تھا۔ وہاں ان سے بچہ ٹکر گیا اور مری میں پایا گیا۔ کہیں کھو یا کہیں پایا گیا ہوں۔ اسپنال کے غسلے نے پوئے جتن کرتے۔ مگر اس نے کچھ بناؤ کر نہ دیا۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ اسکے حافظے پڑنے پر ہوتے ہیں۔ وہ ہر کام آٹومیٹک طریقے پر کرنا تھا۔ کھانا، پینا، اٹھنا میٹھا، چینا، پھرنا، یہ بکام خود کار طریقے پر انجام پا جاتے تھے۔ اس کے تمام جذبات سر و پڑھکے تھے۔ اور اس کے ذہن میں کوئی تحریک پیدا نہ ہوتی تھی۔ بھائی سے معلوم ہوا کہ اسے بہن سے بہت جذباتی لگاؤ تھا۔ جب بہن کی شادی ہوئی تو وہ اسے وداع کے وقت بلک بلک کرویا تھا۔ ”نار کو تھرا پی میں جب

اسکو بہن کی یاد دلائی گئی اور ان تمام واقعات کے حوالے دیتے گئے تو وہ پونک
پڑا۔ بہن کا فروٹ کھایا گیا تو وہ بے اختیار رفتے لگا۔ بہن کو نارنے کر جو زیادا
بیٹی۔ بہن کی موجودگی میں اس کا حافظت ابھرا۔ اور ماننی کی یادداشتی ایک
اہب کر کے روشن ہونے لگیں اور وہ تھوڑے ہی دن میں ذہنی طور پر
صحت مند ہو گیا۔ دلائلی اے اصر کا بیان ہے کہ شہری اور فوجی اسپشالیں
میں ایسے متعدد کہیں میری نظر سے گزر چکے ہیں،

خواب خرامی

ہر طریقہ کے زیر اثر رانی شخصیت کو قطعاً بھول جانے اور نئی
شخصیت کے برٹے کار آ جانے کو "ہشر بیکل فیوگ" سمجھتے ہیں اس کی
ایک خاص قسم ہے "خواب خرامی" (RAMBUL ۱۵۰۸) یعنی سوتے میں چلنا! اس کیفیت کے زیر اثر میں سوتے میں چلتا پھرنا،
نام کاچ کرنا۔ اور پھر اگر بستر پر غافل ہو جاتا ہے۔ جا گئے پر اسے یاد جو
ہنسیں رہنا کہ وہ سوتے میں کیا کیا کازناے انجام دے چکا ہے۔ دز ہے
مراتب خوبی کہ بہہ نبیداریت، اسکی نفیات تشریح یہ ہے کہ لا شور کا
ایک حصہ شور سے کٹ کر آزادا ن عمل کرنے لگتا ہے۔ اور شور وقتی طور پر
نائل ہو جاتا ہے۔ لا شور کی دلی ہوتی جذباتی تحریک جس قدر زور ہو
گی۔ شور اسکی مقاومت اتنی ہی کم کرے گا۔ اور جب مقاومت کا باقی تکلی، ہی
امکان نہ ہے گا۔ تو تھیار ڈال دے گا۔ شور کی اس پس اندازی کے نتیجے میں
مئی شخصیت وجد ہے آجائی ہے۔ جس پر لا شور کی مکمل گرفت ہوتی ہے
اس قسم کے اقدامات کی چھوٹی مولیٰ مثالیں روزانہ کی عملی زندگی میں بھی

ملتی ہیں۔ فتنلا مان کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوتی ہے کہ پچھے جب رُتے گا تو وہ جاگ جاتے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ورنہ لوگ کہنا ہی شور مچاتے جائیں۔ ماں پڑی خڑائے ہوتی رہتی ہے۔ البتہ پچھے کے ذرا کلبلانے اور رُونے پر جاگ جاتی ہے۔ اکثر لوگ اپنے لاشور کو تربیت دے کر اس قسم کے کاموں پر قادر ہو سکتے ہیں۔ اس کا مجھے ذاتی تجربہ ہے۔ اگر بُن رات کو سونے سے پہلے تین مرتبہ اپنے آپ سے کہوں کہ میں رونج کر چکاس منٹ پر جاگنا چاہیا ہوں۔ تو لامحالہ تین بُخنے میں دس منٹ باقی ہوں گے کہ میری آنکھ کھل جلتے گی۔

تزویج اور شعبدہ بازی

ڈاکٹر جی اے اصغر نے ہسٹریا کی کیفیات اور مظاہر مثلاً دماغی درجے میں، بینائی زائل ہو جانا۔ گونگا ہو جانا۔ یوں جسم یا کسی حصہ جسم کا شل ہو جانا۔ اپنی اصلی شخصیت کو فراہوش کر کے کئی دوسری شخصیت کا روپ دھار لینا۔ سوتے میں چلنما مختلف کام کرنا اور بیداری کے بعد اس سرگزشت کو ذرا موش کر دینا! ہسٹریا کے تمام مظاہر درحقیقت ایک طرح تزویجی مظاہر میں، تزویجی کیفیت میں۔ معقول بھی تزعیب پذیری کے سبب ان تمام کیفیتوں کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اور کرنا ہے۔ وہ تزعیب و تلغیث کے سبب اندرھا، گونگا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ اس کا تمام جسم اکڑ جاتا ہے۔ عالی کے ہدایت یا اپنی تزعیب سے بصف حصہ جسم تحریک اور بصف حصہ جسم شل ہو سکتا ہے۔ انہوں تزویجی تزعیبات سے اپ معمول کو اس طرح استعمال کر سکتے ہیں جس طرح شاطر اپنے ہو رہا اور کہا۔ اپنے حاکم کو کہا۔

گفتگو کرنا ہے۔ اور گفتگو کے دران بعض مخصوص الفاظ استعمال کرنا ہے معمول کو ان الفاظ کا مطلب پہلے ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ اصل میں ان کے یہاں نوٹ کے نمبر اور سکوں کے سُن بتانے کے لئے الگ الگ الفاظ مقرر ہیں۔ مثلاً لفظ پوچھو سے مراد ہے، ایک (۲)، صاف سے مراد ہر دو (۳) بیٹھے سے مراد ہے۔ تین نمبر (۴)، بھیسا سے مراد ہے چار، (۵) سوچ کے پانچ رہ، لڑکے کے چھ رہ، تینچھے سات رہ، اور آٹھ (۹) مٹی کے نو نمبر (۱۰)، فوراً دس (۱۱)، پھر سے مرا وصف، اسی طرح لفظ ہربان سے مراد ہے بیس (۱۲) عورت سے تیس (۱۳)، جلدی سے مراد ہے چالیس (۱۴) نٹافٹ پندرہ (۱۵)، بولو سے ۴۰ (۱۶)، بولو بولو سے ستر (۱۷)، رکونت سے آتی (۱۸)، بھرانا نہیں سے نو سے اور بولو صاحب سے ایک سو، اب ایسی مثال ملاحظہ ہو۔ عامل نے آپ کے نوٹ کا نمبر دیکھا رفاہی شیخی سے) نمبر ہے تین سو چالیس! تو عامل معمول سے کہے گا کہ بیٹھا، بھیسا، پھر تباڈ ک ان صاحب کے نوٹ کا نمبر کیا ہے۔ معمول فوراً کچھ لے گا کہ بیٹھا کا مطلب ہے کہ تین۔ بھیسا کا مطلب ہے چار اور پھر سے مراد ہے۔ صفا، وہ جھٹ سے جواب دے گا کہ ان صاحب کے نوٹ کا نمبر ہے تین سو چالیس! لوگ یہ جواب سن کر حیران رہ جائیں گے۔ اور بعض دل ہی دل میں عامل کے روشنیت کے قائل ہو جائیں گے۔ اب دوسرا شال یہیں۔ فرض کریں کہ آپ کے نوٹ کا نمبر ہے پچھتر لاکھ ٹینا لیں ہزار چار سو اکٹھے! تو عامل نام نہاد معمول اور خود آپ سے اس طرح باہت کرے گا۔

تینچھے اس نوٹ کا نمبر ٹپھو، یا رتینچھے بیٹھ جاؤ، اس کے بعد کہے گا، سوچ کے بھیسا اس نوٹ کا نمبر معلوم کرو۔ پھر کہے گا۔ بیٹھا اس نوٹ کا

کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اِنکشاف راز

میں نے ان لیٹریوں کا راز معلوم کرنے کے لئے دوسال مخت کی ہے اور آج مجھے خوشی ہے کہ ان لوگوں کے ہتھکشندوں کا انکشاف کر کے خواہ کو ان کی لوبٹ سے بچنے کا مسٹر ڈے رہا ہوں۔ واضح ہے کہ ان نام ہنا رہنپاشدوں کے گردہ اتنے منظر ہیں۔ کران سے کچھ ایکلوانا سہل نہیں، جو لوگ ان کے شاہزادے بنتے ہیں۔ انہیں بھی کافی رقم ٹورنے اور حلف اٹھوانے کے بعد یہ گرسکھا تے جلتے ہیں۔ اور انکشاف راز کی صورت میں خطرناک عوائق کی رسمکیاں دی جاتی ہیں جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ سمرنیم اور ہسپنیا ڈزم مخفی و حکومت اور افاظ و اعداد کا پھر ہے۔ دوسرے معنی میں مکمل چارسویں دیتے ہیں رہنکوکہ یہ بازیخی کھلا، یاد رکھیں کہ اگر عامل آپکے نوٹ کا نمبر دیکھو لے گا تو معمول بھی یہ نمبر بتائے گا اگر آپ جیکے سے اپنا نام عامل تنزیم کو بتاریں گے تو معمول بھی یہ نام بتائے گا۔ اور آپ جو کچھ عامل سے پوشیدہ رہیں گے وہ معمول سے بھی پوشیدہ ہے گا۔ اس لئے یہ سب فریب کاری ہے۔ کوئی جاؤ وغیرہ نہیں ہے۔ مخفی حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی ایک خفیہ زبان رکود دردرس، ہیں۔ عامل اور معمول دونوں اس زبان یعنی خفیہ اشارات سے واقف ہوتے ہیں۔ عامل معمول سے سوال کرنا ہے۔ اور اسی سوال میں خود جواب بھی نہیں ہوتا ہے۔ سادہ لوح ان کو ماہر روشنیت سمجھ کر ان کے دام آجاتے اور دن رہاڑے لٹ جاتے ہیں!

کرشی نوٹوں کے نمبر بتانے کے لئے عامل تنزیم کے بالاخفیہ زبان میں

چونکہ صدیوں سے ہم لوگ علم و تحقیق سے بے بھرہ ہیں۔ اور "نفس ان اُنی" کے عجائبات کا مظاہر صرف اُہام کے نقطہ نظر سے کرتے ہیں۔ بنابریسے ماپیان میں اب تک تنزیم کاری کو جار و گردی کا ایک شعبہ اور شعبدہ بازی کا ایک شاخاذ کھا جاتا ہے یقیناً امریک اور یورپ میں بھی انماری ہنپاڑٹ اور شعبدہ باز تنزیم کار ہیں۔ لیکن مشرقی مالک میں تو ہمپیاڑزم کا تصویر حکم کاری اور نظر بندی کے بغیر کیا ہی نہیں جاسکتا۔ میں نے خود کر اپنی کی سرگوں پر بہت سے شعبدہ گروں کو دیکھا ہے۔ جو ہمپیاڑزم کے نام پر محبوب عجیب فزاد اور فریب کرتے ہیں ان کا تنزیم کاری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ محض چار سو بیس اور عیاری ہوتی ہے۔ شخون پورہ کے چودھری عبدالرب غیرت بنتھے ہیں کہ

فقط دھوکہ ہیں ساری عالم و معمول کی یا ہیں

مختلف علاقوں میں یا یعنی لوگوں کے منظم گروہ موجود ہیں۔ جو سڑکوں یا پڑیوں یا جلوں اور دوسری توقیبیوں میں اپنی جادو پیالی رہنکر جب بیان کہتا زیادہ مناسب ہو گا کے ذریعے راہ چلتے لوگوں کو اکٹھا نہیں ہیں اور ایک لڑکے کو زین پر لٹا کر اور اس پر کپڑا ڈال کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ "لڑکے کو سمر نرم یا ہمپیاڑزم کے ذریعے پہلوش کر دیا گیا ہے۔" اس کے بعد اپنے کو عالم اور اسے معمول قرار دے کر معمول نے سوالات دریافت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو بتایا جانا ہے کہ معمول سمر نرم کی کیمی میں جواب دے رہا ہے۔ اس طرح وہ مذکور شائعین سے سوالات نہیں ہو رکھے اُمداد کے لئے بکار اپنی پرکس ادویہ بھی فروخت کرنے لگے ہیں۔

نمبر معلوم کرو۔ معمول خارش رہے گا۔ یکوند ابھی تک پنجھے، سوچ کے بھیا اور بیٹا، ان چار لفظوں سے اے صرف ۵۳۳۵، نمبر معلوم ہوتے ہیں اس کے بعد عامل معمول سے کہے گا کہ بھیا پوچھتا ہوں نمبر معلوم کرو۔ معمول بچھا گیا۔ بھیا سے مراد ہے چار کا عدد چنانچہ اس نے اپ ۳۳۳۵، نمبر ذہنے میں قائم کرنے بعد اڑاں عامل کہے گا کہ لرد کے پوچھتا ہوں تو معمول چھے کے عدد کا اختلاف کر دے گا۔ یعنی ۴۴۴۵، پھر عامل کہے گا۔ پوچھو، پوچھو سے ایک کا عدد مراد ہے۔ معمول فوراً کہہ دے گا۔ کہ ان کے نوٹ کا بزر ہے۔ ۳۳۳۶۱۔ اب آپ کی آتش شوق کو تیز کرنے کے لئے وہ معمول سے یہ بھی پوچھے گا کہ بتاؤ کریے کرنٹسی نوٹ کہنے کا ہے۔ اگر دس کا ہے تو یہ سوال ہو گا کہ، فرما بتاؤ، فرما کا مطلب ہے دس! معمول جھٹ کہہ دے گا کہ دس روپے کا۔ اور اگر عامل کہے کہ ذرا سوچ کر بتاؤ کریے نوٹ کہنے کا ہے۔ تو جواب ملے گا، پانچ روپے کا، یکوند سوچ کا مطلب ہے پانچ،

چند اور شعیدے

ہمیں تیس کے بعض نوسرہ از رنام ہنار (تین چم کار) اپنے بنے ہوئے معمول سے گھٹری کا وقت بھی دریافت کرتے ہیں۔ مثلاً گھٹری بیس بارہ بجکر چاہیں منت ہتھے ہیں۔ تو عامل معمول میں اس طرح سوال و جواب ہوں گے۔
میں کون ہوں؟

عامل!

تم کون ہو

معمول!

جو پوچھوں گا بناؤ گے؟
بناؤں گا

تو پوچھتا ہوں کہ اس صاف گھری کا وقت معلوم کر بھیا پھر!
معمول فوراً جواب دے گا کہ مارہ بجکر چالیس منٹ!

اس نے کہ پوچھتا ہوں کا مطلب ہے ایک، صاف کا مطلب
ہے، دو بھیتیا کا مطلب ہے چار اور پھر کا مطلب ہے، صفر، اسی طرح
سکوت کے متعلق بھی لفظوں کے خفیہ معہوم ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض
وقتات عامل آپ کے ہاتھ میں کرنی سک ریکھ لے تو معقول اسے فوراً بنادیا
ہے کہ اکتنی ہے۔ دونی ہے، چونی ہے یا روپیہ اسکے لئے بھی چند ارشائے
مقرر ہیں۔ یہ سے مراد ہے پیسے، اوس سے مراد ہے اکتنی، بھلا سے مراد ہے
دونی، بولو سے مراد ہے چونی، بولو بولو سے مراد ہے اٹھنی، بولو صاحب کا
معہوم ہے روپیہ اور فروڑ کا ٹوٹ، اس قسم کے شعبدہ بازوں نے خوفی
ہیپناڈرم کو بذمام کر دیا ہے۔ حالات کے آجکل یہ "میڈیکل سائنس" یعنی
طبی تعلیم کا ایک سلمہ اور تصدیق شدہ شعبہ ہے۔ اور ترقی یافتہ مکون میں ریزی
پر تنوبی مینیڈیٹاری کر کے سنیکن سے سنیکن جمائی اپریشن کئے جاتے ہیں
اور تنوبی ترعینیات کے ذریعہ عام جسمانی اعصابی اور ذہنی امراض کا علاج
تو ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

ناصر عظیم شیخ زلاہور اپنے مکتبہ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں
لکھتے ہیں کہ:-

میری عمر اس وقت تھیک اڑنجاں سال کی ہے۔ آج سے تقریباً
۲۵ سال قبل جب کہ عمر تقریباً چودہ سال کی تھی۔ مجھے کچھ سائل مشلا

"طائروں کی پرواز" دیگر ہے کا اتفاق ہوا۔ میرے والدہ بھیا مزم اور مسٹر زم
میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ اگرچہ وہ یہ عمل (پریکٹس) بہت چھپ کر کرتے تھے۔
وہ کمرے کے تمام دروازے بند کر کے اندر بیٹھ جاتے۔ اور حکم دیتے کہ گھر میں
کوئی قسم کا شردا نہ ہو۔ نہ کوئی ان کے کمرے کے تریب آتے۔ اس صورت میں
خواہ نجواہ تجسس پیدا ہونا کہ آخر والد صاحب کرے ہیں کیا کرتے ہیں۔ میں
دروازے کے شکاف میں سے جھانکتا تو دیکھا کہ وہ ایک سیاہ نشان پر نظریں
چلاتے اسے تک لے ہے، میں جنذر زر بعد دیکھا کہ والد صاحب نشان سیاہ کو
تک لے ہے ہیں۔ مگر نفقط توجہ ریاہ نشان پر توجہ مرکوز نہیں ہوتی۔ وہ
بار بار اٹھتے کمرے میں بنتے گھرے گھرے سانس لیتے اور پھر سیاہ نشان
پر نظریں جاتی ہے، میں خود یہاں تھا کہ ان کی اس بے چینی اور اضطراب
کا سبب کیا ہے؟ کبھی کبھی وہ اس دروازے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتے
تھے۔ جس کے شکاف سے میں ان کا تماش کر رہا تھا۔ آخر ایک بار اٹھ کر انہیں
نے دروازہ کھولا، لیکن اس اثنا میں بندہ وہاں سے فرار موجکا تھا۔ والد حما
نے دروازہ کھولا تو کسی کو نہ یادا۔ تو وہ پھر دروازہ بند کر کے ارتکاز توجہ میں
مشغول ہو گئے۔ قریباً ایک ٹھنڈے کے بعد ایسا محسوس ہوا۔ جیسے مجھے کوئی
زبردستی پہنچ کر اس کمرے کی طرف لئے جا رہا ہے۔ کشان کشان میں ادھر
پل پڑا۔ جو ہنہی کمرے کے سامنے پہنچا، دروازہ کھل گیا اور قبل والد صاحب
برآمد ہوتے وہ کچھ پہنچ کر اندر لے گئے۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں
اور لال رنگ کی شعاعیں ان سے نکل رہی تھیں۔ کچھ دیر لیکھیں یاد میں
وہ مجھے گھوٹتے ہے۔ اور فرمایا کہ میں آج تو تمہیں چھوڑنا ہوں، آئندہ
کبھی اندر جھانکنے کی کوشش نہ کرنا، در نہ کہتے رہی آنکھیں نکال لوں گا۔

جیز میں اس جماعت سے بازاگیا۔ البتہ طبیعت میں تختیس رہا کہ آخر دالد صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ ہن چوری چھپے انہیں تاکن اجھا نکٹا ہوں اور پھر وہ کون سی طاقت ہے۔ جو مجھے پھنس کر والد صاحب کے پاس لے گئی۔ والد صاحب قبل کے پاس کتابوں کا بہت بڑا فیضہ تھا۔ زیادہ کتابیں میں تصور کے مابین میں تھیں۔ میں گاہ گاہ ان کتابوں کی تلاشی لینا رہتا۔ انہی کتابوں میں مجھے "طاہر روح کی پرواز" رسائل ملے۔ میں نے ان رسائلوں کا غور سے منطالعہ کیا۔ اور رفتہ رفتہ یہ حقیقت مجھ پر منکفت ہو گئی کہ وہ کون تیاریہ طاقت تھی جو مجھے پکڑان کے سامنے لے گئی۔ مندرجہ بالا رسائل ایک سکھ بزرگ کے لکھے ہوتے تھے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کتابوں میں جا جب آیات قرآنی کا حوالہ بھی دیا گیا تھا۔ یہ سکھ بزرگوار مسمر زیم، ہپناٹرم اور ڈیپٹی کے ماہر اور زبردست عالی تھے۔ ان سے لوگوں کو یہدیہ فیض پہنچا تھا۔ امراض کھینڈ کا شافی علاج عادات بد کو ترک کرتا اور کسی خاص امر کی طرف کسی کی توجہ مبذول کر دینا ان کے معقول کمالات تھے۔ ان کا طریقہ علاج یا اصول تغییر وہی یہ تھا کہ خط و کتابت کے ذریعہ کسی خاص ملعین سے وہ کوئی وقت مقرر کر لیتے تھے۔ اور مرض یا معمول کو ہواست کر تئے کہ وہ اس مقررہ وقت پر تہنیا جگ جیٹھ جاتے۔ وماع کو پس کون کر لے۔ اور بار بار ان بزرگ (سکھ) کے نام کی جاپ کرے یعنی ان کا نام دہلتے۔ اس عمل سے معمول پر غزوہ دگی طاری ہو جاتی۔ اور پھر بزرگ اپنے صحت بخش خیال کی لہریں معمول کی طرف بھیتے۔ رمعول کا تصور کرنے کے خیال کرنے کے صحت یا ب اور بھلا چینگا ہو رہا ہے، اور آخر کار وہ معمول صحت یا ب ہو جاتا۔

میں نے خود بھی نعمتی کے زمانے میں ہپناٹرم کی پریکیس کی ہے اور

اور بہت سی طاقتوں کے علاوہ مجھ میں یہ طاقت بھی پیدا ہو گئی تھی کہ پر کری پرندہ مثلاً چڑیا یا مرغی، کے گرد انگلی سے دائرة پھٹخ دنیا کے پرندے! تویرے نبضے میں ہے اور ہس نے جو دائرة یزے گرد کھینچا، تو نواس سے باہر نہیں جا سکتا۔ یہ میرا حکم ہے اور یہ حکم تجھے بہر حال ماننا پڑے گا۔ میں نے یزیری طاقت پرواز سلب کر لی ہے۔ جب تک میں یزیری طاقت پرواز بجاں نہ کر دوں تو پرستک نہیں پھر پھرا سکتا۔ رہس صاحب! یقین کچھے پرندے اس حکم کی تعییل کرتے۔ وہ دائرة میں یہ حس و حرکت مخصوص ہو کر رہ ہلتے۔ اور جب میں قوتِ ارادہ کو برستے کار لا کر حکم دنیا کر اب تم آزاد ہو تو وہ پھر سے اڑ جاتے۔

ناصر عظیم شیخ نے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ تینوں ٹیلی سیقی کا کر شد ہیں۔ ۱) کشاں کشاں کی نادیدہ طاقت کے زیر اثر والد صاحب کے کے کی طرف چلا جانا۔ ۲) سکھ بزرگ کاظمی علام یعنی اپنے خیال کی صحت بخش لہریں مزین کی طرف بیج کر لے شفایاں کی ترعیبات یا احکام دینا۔ اور ملپٹ کامتاڑ ہو جانا۔ ۳) کسی پرندے کو حکم دنیا کیں نے تمہاری قوت پرواز سلب کر لی ہے۔ اور اب جب تک میں نہیں آزاد کر دوں گا۔ تم پرستک نہیں پھر پھرا سکتے۔ اور پرندے کا اپنے مقام پر دم بخود ہو جانا، اس آخری مثال سے اندازہ ہٹلے ہے کہ پرندوں اور انسانوں کے درمیان بھی دماغی رابطہ قائم ہر سکتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ درختوں اور اوناں کے مابین بھی ٹیلی سیقی رابطے استوار کئے جا سکتے ہیں۔

ٹیلی سیقی

میں نے عرض کیا تھا کہ ان خارق العادات مظاہر طلبی میں اکشف روشن ضمیری، اور تذمیری، پر اپنی تحقیقات صرف ترقی یافتہ ملکوں میں ہو رہی ہے۔ اور ہم آج بھی اوہام و قیامت کے اندر ہوں گے میں بحث کر رہے ہیں۔ مغربی محققین نے اس موضوع (ٹیبلی میٹی) پر پچھلے ایک دوسرے میں جو تحقیقات کی ہیں۔ ان سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ دو ذہن، کس جنمائی رابط کے بغیر ایک دوسرے سے بذریعہ خیال و تصور پوتے اور والبستہ، موکھے ہیں ایف، ڈبو، یا پھ مارس نے البعد النقيات کے مختلف شعبوں پر جو تحقیقات کی ہیں۔ ان کا بیشتر انگلستان کے مشہور علمی ادارے "کوساٹس فارڈی سانی پرنسپل ریزروچ ر. ۵۰.۴" کے جرزاں مطبوعات درسائل سے مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر مارس نے ٹیبلی میٹی کے تجزیات سائنسی تجزیہ کا ہوں رلیباڑریزا میں کئے ہیں۔ اور ان تجزیات کے نتیجے میں ٹیبلی میٹی کو بطور ایک سائنسی حقیقت کے تذمیر کر لیا گیا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ ہر شخص کو اپنی زندگی کے کسی نہ کسی مرحلہ پر کسی حد تک یہ تجزیہ ضرور ہوا ہو گا۔ کہ اسکا دماغی رابط کسی شخص سے قائم ہو گیا ہے۔ چاہے چند نہ کہتے ہی ہی انا ہم آج تک کوئی شخص یا نہیں بتا سکا کہ ٹیبلی میٹی کیا ہے۔ اور کسی دسیلہ ماری یا خوبس خمس کے وسط کے بغیر ایک ذہن کس طرح دوسرے ذہن تک اپنے خیال کی لمبی اور نثارات تک امواج پہونچا سکتا ہے۔ البتہ یہ بتایا جا سکتا ہے۔ کہ ٹیبلی میٹی کیا نہیں ہے۔ مثلاً ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ ماری طاقت کی کوئی قسم مثلاً نا لبکاری (RAD ۱۹۷/۱۵N) ہیں ہے۔ مثلاً ریڈیو یہ تمام ہریں حرکت کے معلوم قابوں، کے تحت عمل کرتی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر اس ہی سول کے الفاظ میں ٹیبلی میٹی رابطے میں فاصلہ حائل نہیں ہوتا۔

اُن طاکر طھا جب نے ٹیلی سچی کے سلے میں بہت سے بخوبیات کئے ہیں۔ اور اس موصنوں پر بلند پایہ مضامین لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دوز ہنروں کے درمیان بعد مسافت کا سوال ہی پیدا نہیں ہونا۔ بلکہ کائنات کے تمام ذہن ایک کائناتی ذہن سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک ذہن سے جو تصویر گزرا ہے وہ آنا گانا تمام ذہنوں کو تاثر کر سکتا ہے۔ کپونکیہ تمام شاضیں ایک ہی جڑ سے پھوپھنے ہیں۔ اور وہ جڑ ہے شعور مطلق، جو کائنات کی اصل واس س ہے۔ میں نے ہر صن کیا تھا کہ مری انسانوں ہی کے درمیان ٹیلی سچی رابط قائم نہیں ہونا۔ حیوانوں اور آریزوں کے درمیان بھی یہی رشتہ برقرار ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھئے انسان و درخت۔ بھی انہم و تفہیم کے ایک باطنی رشتہ میں پڑتے ہوتے ہیں۔ مہمہر سو شیالوجہ دنیا عمارتیات و سماجیات ڈاکٹر جی ایم ہبکری دنیگلور ۱۰۱۰ مادرن کالونی رمعظاز ہیں کہ

نمی سائنس

ایک بات روز بروز واضح ہوتی چلی جا رہی ہے یہ کہ کل کے بہت بہت سے راہے آج کی ایسی سائنسی حقیقتوں کا روپ دھار پچے ہیں جن کا تحریک کیا جا چکا ہے۔ اور جنہیں متواتر علمی بخوبیات سے ثابت کیا جا سکتا ہے مثلاً یہی بات کہ پیاروں میں شعور موجود ہے۔ یعنی درحت نہیں، سمجھتے ہیں۔ محسوس کرتے ہیں اور بولتے ہیں ایک ایسی زبان میں جو الفاظ کی محتاج نہیں۔

اے گوش وقت ان کے ادا کر رہا ہوں میں
وہ لفظ جس کے حرف فراموش ہو گئے

پھلے زمانے میں گاؤں کی سچائیت ملزم کو بہادیت کرتی تھیں کہ اگر وہ سچا ہے تو فلاں درخت کے پچھے کھڑے ہو کر اپنی بے گناہی کی قسم کھالے قسم کھانے والے کو حراست نہ ہوتی تھی۔ کہ وہ درخت کے سامنے جھوٹ بول سکے۔ اسے بقین نھا کر پیڑا سے جھوٹ پسخ میں نیز کر لے گا۔ کل تک ہم اس سچائیت میڈے کو دیہا ہوں کا داہمہ سمجھ کر نظر انداز کر رہتے تھے۔ لیکن اگر آج جھوٹ پکڑنے والے آئے رائی ڈکٹیرا کو آپ

(PSYCHIC GALVANIC REFLEX MACHINE)

کے ساتھ کسی درخت سے مندک کر کے جھوٹ بولنے کا ارادہ گریں تو درخت فوراً اپنا ردعمل ظاہر کرے گا۔ اور رینکارڈ کرادے گا کہ تم جھوٹ بول لے ہو۔ یہ داہمہ کہ درخت سمجھتے، محسوس کرتے، اور انہیں پیام وصول کر کے اسکے جواب دیتے ہیں۔ ایک تسلیم شدہ سائنسی حقیقت میں کس طرح تبدیل ہوا؟ یہ کہانی بہت عجیب و غریب ہے۔ امریکا میں ایک شخص BECKER STEER نامی جو لاٹی ڈکٹیر اپرٹ جھوٹ کو پکڑنے والا آں کے مہاجر کی حیثیت سے ممتاز ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ اس آئے کے ذریعہ زیر تلقیش مجرموں کا جھوٹ پسخ معلوم کرے۔ ایک روز اسے خیال آیا کہ کہوں نہ اس آئے کو کسی درخت کے ساتھ سمجھی کر کے اس کے رد عمل کا اندازہ لگایا جائے۔ بس جوڑنے لپٹنے باقی گراف کے ٹار کو لاٹی ڈیمکٹر کے سامنے لے گئے ہوئے ایک پوئے سے سمجھتے کر دیا اور تحریک کے طور پر سوچا کہ اس پوئے کو جلا دیا جاتے۔ فوراً آئے کا پوائنٹ حرکت کرنے لگا۔ یعنی پوئے نے فوراً محسوس کر لیا کہ بسٹر کیا سوچ رہا ہے۔ رائناں فورخت کے درمیان میں بیتھی کی واضح مشاں) بسکٹر کو شبہ ہوا کہ شایدیں میں کوئی خرابی ہے۔ نہیں کوئی خرابی نہیں تھی میں کوچیک

کیا گی۔ صحیح طرح کام کر رہی تھی۔ دوبارہ پھر اس نے خیال کیا کہ پوچھے کو
جلادینا چاہیے۔ ایک مرتبہ پھر پوانتر کی سوتی رُکت کرنے لگی۔ اس بجزیرہ کے
ساتھ ایک نئی سائنس و جردوں میں آگئی۔ (یعنی پوروں اور انسانوں کے
دریناں رابطہ بذریعہ خیال) اس سے یہ ہندوستان کے مایہ ناز سائنس داں
سر گلکش چندر بوس نے آلات کے ذریعہ اس امر کا ثبوت بھم پہنچا کر دنیا
کو حیران کر دیا تھا کہ پڑا اور پوچھے احساب سے محروم نہیں ہیں۔ اگر آپ ان کی
جردوں میں شراب چھڑک رہیں۔ تو ان پر بستی طاری ہو جاتی ہے۔ اگر ان کے
پتے نہیں تو وہ درد اور کرب محسوس کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ان اون
اور حیوانوں کی طرح وہ سوتے بھی ہیں۔ جاگتے بھی ہیں۔ مگر بکھر کی تحقیق ایک
قدم آگئے ہے۔ بکھر نے سائنسی طور پر بجزیرہ کردا یا ہے۔ کہ پوچھے دوسریں کے
خیالات و جذبات پڑھ لیتے ہیں۔ صرف اس پر اکتفا نہیں، بکھر اور اس کے
رفقاً تحقیق نے آلات اور بجزبات کی مدد سے اس امر کے ثبوت بھم پہنچا
دیتے کہ درخت کلنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہوں وہ اپنے سے تعلق رکھنے والے
لوگوں کے خیالات و جذبات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ (ڈاکٹر بنگلور جی ایم
مہکری مزید سمجھتے ہیں کہ) اگر میں آپ بنگلور یا ام رو ہے میں لگے ہوتے کسی
درخت کو یاد کیں گے۔ یا بیمار ہوں گے۔ یا کسی خوش کنْ واقعے یا دلخراش
سانے سے درچار ہوں گے تو درخت ان تمام کیفیات سرت و غم کو محسوس
کرے گا۔ جن سے آپ دوچار اور آپ کا قلب متاثر ہے۔ اگر آپ کی قلبی
کیعینت خوش کن ہے تو درخت خوشی فخر کرے گا۔ اور غم ناک ہے تو درخت
کے پتے میں غم کی ہر دوڑ جاتے گا۔ یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جانا۔ مثلاً
زیادہ پیچیدہ اور حیرت ناک ہے۔ یہ سائنسی انکشاف اور بھی چونکا یہ نئے

والا ہے کہ درختوں میں مستقبل بینی کی صلاحیت موجود ہے۔ اور وہ آئندہ پیش آنے والے واقعات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ سرویت یوین کی انقلاب آفریں ایجاد کر لیں ذریعہ گرفتی "تمام جاندار اجسام ردرخت، جالوز، اور آدمی کے ہال لوز رجسم مثالی اکی تصوری آثار ساختی ہے۔ ان تصاویر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب درخت سے پتے نوچے جاتے ہیں۔ قوہ نمذہ اور باشمور آدمی کی طرح تکلیف محسوس کرنا ہے۔ اور جب تم نری سے پیاٹ سے اور محبت سے درختوں پر ہاتھ پھیرتے ہو تو ان کا ہال لوز درختان ہو جاتا ہے۔ ان کا جنم مثالی جنم کرنے لگتا ہے۔ جان وائٹ نے اپنی علم افروز کتاب "HIV AND POWER PLANTS" (درختوں کی روی طاقتیں) میں متعدد

شرابد سے ثابت کیا ہے کہ جب درختوں کے سامنے مٹانہ رقص کیا جانا ہے تو ان کی نشوونما میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ مزید سبز شناذاب ہو جاتے ہیں۔ اس انکھان سے ایک اور قدیم روایت کی تصدیق ہو گئی۔ عہد قدیم میں ہمارے آئا واحد اور ضلعوں کی کاشت کے وقت طرح طرح کی رسوم ادا کرتے تھے مثلاً رقص و موسیقی اور نشاط اور اجتماعات! ان کا عقیدہ تھا کہ ان رسوم کی بجا آوری سے پودوں کی بڑھوتری، زین کی زرخیزی اور کھیلوں کی پیداوار بس اضافہ ہو جاتا ہے۔ پہلے یہ ایک قبائلی مفرود مختصر تھا اب یہ ایک علمی اور تجربی حقیقت ہے۔ گویا ہمارے اسلام ہزاروں سال پہلے وہ سب کچھ وجود ان طور پر جانتے تھے جنہیں جدید سائنس یا باریٹری کے تجربات سے ثابت کر رہا ہے۔ ہعنی عالم نباتات کی مخلوق رگھاس۔ پہلے جھاڑیاں، ان انوں کے جذبات، نازرات، تصورات اور احاسات کو جزوی سمجھتی، جاننی پہچانتی ہے۔ بلکہ اس معاملے ہے وہ ان ان سے زیادہ

حکس و باشوز ہے۔ جان واہٹ کا مشورہ ہے کہ پس محبت کرو اپنے درخواں، ان کی پتھوں، ان کے پھولوں اور پھلوں سے اک وہ اسی محبت کے مستحق ہیں۔ اور کہاں کے لطیف جذبات کا ادراک کرتے ہیں۔ اس موقع پر بے اخیاز شیخ مصلح الدین سعدی^۲ کا مشہور زمانہ شریڈا یا۔

برگ در خان سبز در نظر ہو شیار

ہر دستے دفتر یافت معرفت کر دگار

یعنی اہل شور کی نظر میں درخت سبز کا ہر قسم معرفت کر دگار کا دفتر ہے۔ ٹیکی پیچی کا رابط ان لوگوں کے درمیان قائم ہو یا جو انوں درخواں اور آدمیوں کے درمیان! اس رابطے کو متین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عامل پر نہم تنہی رعنودگی، یا استزانگ کی کیفیت طاری ہو۔ کیونکہ علمی شور کی بیداری کے عالم میں اس کا امکان بہت کم ہے کہ آپ کی مخفی روحی صلاحیت برقرار کر سکیں۔ ان صلاحیتوں کو برقرار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ذہن یکو اور توجہ صرف ایک نقطہ پر مرکوز ہو اور ارتكاز توجہ کی یہ کیفیت کامل بیداری کی حالت میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ ضروری نہیں کہ ٹیکی پیچی رابطہ ہر شخص سے یکاں معیار پر قائم ہو جائے۔ اس سلسلے میں مختلف درجے اور معیار ہیں۔ جن لوگوں کے درمیان کامل جذبات اختصار پایا جاتا ہے۔ ان کے درمیان ذہنی رابطہ (ٹیکی پیچی)، بہت آسانی کے ساتھ قائم ہو سکتا ہے جذباتی خواص کے موقع پر جب انسان نفس میں تناظم برپا ہو۔ یہ صلاحیت غیر معمولی قوت سے کام کرنے لگتی ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اس خود بخود قائم ہو جانے والے دماغی رابطہ میں شور کی عمل کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ

یہ ایک لاشوری حرکت ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان جملتیں میں بھی پیغام کی صلاحیت تدریق طور پر موجود ہے۔ اور جب انفاظ ایجاد نہ ہوتے تھے تو انہوں کے درمیان تباadel خیال کا واحد ذریعہ یہی امواج خیال تھیں۔ جو مختلف ذہنوں میں سفر کرتی رہتی تھیں، اور اس طرح ایک انسان دُسرے انسان کے افیں الفہر سے باخبر رہتا تھا۔ جائز نظر سے محروم ہیں۔ اور ان بے زبانیوں کے درمیان تباadel خیال کا واحد ذریعہ آج بھی پہی یعنی مادی ذریعہ ابلاغ (COMMUNICATION) ہے۔ شاید محمود رلا ہو رکھ کا بیان ہے کہ

آج سے ایک سال پہلے ہمارے اسکول میں ایک ماestro نے کسی لڑکے کو ”ہپناٹائزڈ“ کیا۔ یہ دیکھ کر میرے اندر بھی اس علم کو سیکھنے شوق پیدا ہوا۔ ہپناٹزم سیکھنے کے لئے ہم نے کسی آدمی کی مدد نہیں لی۔ نایا تھا کہ تکسی الکٹ مخصوص چیز کو پیک چھپکاتے بغیر مٹواڑت تکنے سے آدمی میں ہپناٹزم کی حالت رفتہ رفتہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم نے یہی کیا۔ ایک مرے میں گلاس رکھ کر گلاس کے فماس نقطے پر متاثر تک شروع کیا۔ اور آسی نقطے پر تمام ترقیات مركوز کر دی۔ اس مشن کو ہم نے ایک سال کیا۔ اور اب مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ ایک گھنٹے تک کسی چیز کو پیک چھپکاتے بغیر تک رکھا ہوں اس عمل سے مجھ ہم یہ قوت پیدا ہو گئی کہ اگر ہم کسی سوتے ہوئے انسان کو اُسے منٹ یا کم مدت تک دیکھوں تو وہ فوراً بیدار ہو جائے گا۔ اور اٹھ کر شکایت کرے گا کہ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ جب ہم کسی خوابیدہ انسان پر ہم اپنی توجہ مركوز کر دیٹا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ میرے اور اس کے درمیان مانی رابطہ قائم ہو گیا ہے۔ اس وقت اگر میں زور سے سلس لوں۔ تو وہ آدمی بیدار ہو جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات کہ میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔

یعنی اس کا در در دسر مجھ میں منشقہل ہو جاتا ہے۔ انان تو ان ان اگر ہتے کسی بُنی پر نظر ہیں جمادوں تو وہ تیز تیز سانش لے کر سو جائے گی۔ اور سوتے ہوتے آدمی پر بھی یہی اثر ہونا ہے کہ جب میں اسے تکھا ہوں تو وہ گھرے گھرے سانش لینے لگتا ہے۔ ان مشقوں سے ایک اور صلاحیت بھی مجھ میں پیدا ہو گئی ہے۔ جب بھی میرا دماغ بوجھل ہوتا ہے۔ گھر ہیں کوئی نہ کولتے۔ طوفان برپا ہو جاتا ہے۔ ایک روز کا واقعہ ہے۔ ایک روز رات کے آٹھ بجے میرا دماغ بوجھل ہو گیا میں ڈرا بھائی سے کہنے لگا خدا یختر کے کچھ ن کچھ ہونے والا ہے، اسی رات والدہ صاحبہ شرید طور پر بیمار ہو گیتیں۔ پھر ایک دن دماغ کے بوجھل پن کا احساس ہوا۔ پھر ایک حادثہ پیش آیا۔ بہن کی منکنگی ٹوٹ گئی۔ میں نے اس سے قبل ہی والدہ سے کہدیا تھا۔ امی! ہم کوئی بڑی خبر سُننے والے ہیں۔ تیرے موقع پر یہ کیفیت دماغ میسے پیدا ہوتی۔ تو ایسا طوفان آیا کہ گھر فالے رات بھرنے سے شاہد محمود کے بیان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تنہ بھی کیفیت میں نہ صرف دوسرا سے دماغوں سے بغیر مارڈی رابط قائم ہو جاتا ہے۔ بلکہ جمانی کیفیات کا مثال بھی ممکن ہے۔ مثلاً در درسر! یعنی معقول کا در در عامل میں اور عامل کا در درکر ریکوئی اور جمانی کیفیت مثلاً بچار) معقول میں منشقہل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ انانی دماغ میں اسقدر حساسیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا ادراک قبل از وقت کر لینا ہے۔ سوال یہ ہے کہ تنہ کی قوت کس طرح عمل کرتی ہے؟ جاوید ہاشمی رفیڈل بی ایریا کراچی، لکھنے ہیں کہ

بِرَفِی لہر بہ

میں نے آپ کے مظاہن سے اشناز و سیکھ لیا ہے کہ اپنے کو سیناٹا اُنڈڑ
ضد رکر سکتا ہوں۔ اور یہ ترکیب چند لمحے میں ذہن تغییر ہو گئی کہ خود پر کس طرح
تزوییہ نیند طاری کی حاصلت ہے؟ اس وقت ایک بجے رات کا وقت ہے، میں
اپنے کو مکمل "ہیناٹا اُنڈڑ" نہیں تو نیم تزویہ ہی حالت پس ضرور لے آیا تھا۔ بنا
کئی نہیں کہ اس کامیابی سے کٹنا خوش ہوں۔ اور آسی خوشی میں یہ خط لکھ
رہا ہوں۔ زندگی میں یہ ملی یا رائیک عجیب کیفیت سے دوچار ہوا ہوں۔ درخت
یہ ہے کہ ازاہ کرم غیرہ عمل تنہیم کی پوری تکنیک سکھا دیں۔ ہوا یوں کہ جس
آٹھویں جماعت ہی سے اس قسم کی نصانیف اور آپ کے مظاہن کا مطالعہ
کافی تغور سے کیا کرنا تھا پھر آپ کی کچھ کتابیں خصوصاً "ہیناٹرم" نامی تغییف
نظر سے گزریں کہبی کہبی نکتہ یعنی زال تیخرا کی کوشش تی مگر جنم کر ہیں! اگر
میں جب چھت پر سونا تو پیک جھپکاتے بغیر چاہد پر نظریں جاتا
اور اس نقطہ پر پوری توجہ مرکوز کر دیتا۔ غرض جودل میں آتا۔ دماغ میں سے
سایا کرنا۔ کسی سے راتے نہ لیتا۔ کئی بار سوچا کہ آپ سے مشورہ لوں میگر ہت
نہ ہوئی۔ ممکن ہے آپ توجہ نہ دیں۔ بہر حال میں نے یہ کیا کہ ذہن کو
آزاد چھوڑ دیا۔ ہر قسم کے خیالات آتے اور گزر جاتے۔ چار پانچ منٹ کے بعد
ذہن ساکن ہو گیا۔ یعنی خیالات کی آندھیاں تھیں گئیں۔ پھر خود کو تزوییہ
نیند کی ترغیبات دینی تشویع کیں۔ محوس کیا کہ میری ٹانگوں سے ہر یہ تھے
رہی ہیں۔ پھر دماغ پر سونا تھانے لگا۔ پھر ایسا لگا ہوا ہے کہ میں اندر
ڈوبتا چلا جا رہا ہوں۔ نیز میں نے اپنے آپ کو دو فرنے دیا۔ میرے ساتھ

چھوٹا بھائی سورہا تھا۔ اس نے اس زور سے کر دٹ لی۔ کہ استغراق کی کیفیت لٹٹ گئی۔ اور مجھے جھٹکا سارا گا۔ ایک طسم تھا۔ جو شکست ہو گیا۔ ایک سحر تھا جو باطل ہو گیا۔ سخت مایوسی ہوتی۔ آخر پھر دوبارہ یہ عمل شرع کیا گیا۔ اس مرتبہ میرے پاؤں سے ہریں اُنہی شرع ہوتیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہوتی تھی پیشانی میں درد کی ہر بیس دُریتیں پھریے درد پیشانی سے گدی میں منتقل ہو گیا۔ میں نے درد کی کوئی مزاجت نہیں کی۔ رفتہ رفتہ استغراق کی حالت پیدا ہوتی۔ اور درد سر غائب ہو گیا۔ میں کے ہاتھ پاؤں روپی کی طرح ہٹکے ہو گئے۔ یہ عرض کر دوں کر میں نے یہ تمام عمل جسم سے باہر نکلنے کے لئے کیا تھا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جاوید ہاشمی نے تنزیہ کی کیفیت میں جن ہوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نذر گل فشاں بخاری بھی کسی تنزیہ معمول کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کرچکے ہیں۔ یہ ہریں اوقت محسوس ہونی ہیں۔ جب یہ کوشش کی جاتی ہے کہ جسم مثاں دیکر ہوں کو جسم فاکی سے الگ کیا جاتے یہ کس قسم کی ہریں ہیں۔ طبعی واقین اس کی تشرع سے تواصر ہیں۔ کیا یہی وہ ہریں ہیں۔ جو دو دماغوں کے درمیان رابطہ قائم کرتی ہیں۔ یا یہ وہ وقت حیات ہے۔ جو مرنیم کے پاسوں رہا تھا سے جسم پر پس کرنا، کی تحریک سے عالم کے جسم سے نکل کر معمول کے جسم میں داخل ہوتی اور اس میں نئی روح دوڑا رتی ہے۔ بہر حال جہاں تک تنزیہی عالم میں معمول ریا عامل، کے جسم سے برنت ہر دوں کے اخراج کا تعلق ہے۔ لئیہ ایک ایسا منظر ہے جس کی مزید چکان بین ہوئی چاہیے۔ جو لوگ تنفس نوزیاً منتباً دل طرز تنفس یا

سانس کی دوسری مشقیں کرتے ہیں۔ ان کے جسم خصوصاً ہاتھ کی انگلیوں سے وقت کا اخراج ایک ایسا امر واقعہ ہے جسکی تصدیق تجربے سے کی جاسکتی ہے! سانس کی مشقوں سے انسان کی ریڑھ کی ڈھنی کے نچلے سرے میں "وقت حیات" (کنٹانی شکخت) جاگتی ہے۔ اور یہ بڑی وقت سے دماغ کی طرف پر جرٹھتی ہے۔ اور انسان کو "ظلیم ہوشتر با" کی سیر کرادیتی ہے اور اسکی ہربات فنا نہ عجائب معلوم ہوتی ہے۔

تنیم کی اصل حقیقت ترغیب پذیری اور اثر اندازی ہے۔ میں آپ کی صرف یہ خواہش کو مجھ پر تنیم کی کیفیت طاری ہو جاتے۔ انسان کے اندر ترغیب پذیری کی صلاحت پیدا کر دیتی ہے۔ بظاہر ترغیبات عالی کی طرف سے آتی ہیں۔ مثلاً اب تھہرا جسم بھاری ہو رہا ہے۔ اب تھہرا آنہکیں بند ہو رہی ہیں۔ اب تم پر تنیمی نیند طاری ہو رہی ہے۔ لیکن درحقیقت جب تک معقول خود ان ترغیبات کو قبول کر کے یہ محوس نہ کرے کہ میرا جسم بھاری ہو رہا ہے۔ میری آنہکیں بند ہو رہی ہیں۔ اور مجھ پر تنیمی نیند غالب آرہی ہے۔ اس وقت تک عالی کی تمام کوششیں اور تاثشیں فضول ہیں۔ کارفنا وقت عالی کے احکام و ہدایت بتوں کر لینے پر ذہنی طور سے تیار کیا جاتے۔ جب تک معقول ذہنی طور سے خود ترغیب پذیری پر آنادہ نہ ہو گا۔ ممکن نہیں ہے کہ اس پر تنیمی عمل کیا جائے بخوبی کو ذہنی طور پر آمادہ کرنے کے لئے ڈراماتی ماحول پیدا کیا جاتا ہے اور ایسی ترقیتیں اختیار کی جاتی ہیں۔ جو اسے چونکا دیں۔ اس میں تجسس کا جزو بھی جگا دیں۔ متحول کو محروس ہونا چاہیے کہ اب غیر معقول

واعفات پیش آنے والے ہیں۔ اور وہ ایک نئی مدد درج فرحت انگریز اور پراز لپیسی ڈرامے کا کردار بننے والا ہے۔ تنیم کاری کا ڈراماتی ما حل پیدا کرنے کے لئے اتنا دوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں اور پانچ چھ ہزار سال سے انہوں طریقوں پر عمل ہو رہا ہے۔ صحافیشن قبانیل کا جادو اور غیر ترقی یا فٹ گروہوں کی سازمان رسم یعنی درحقیقت ہپنیاٹزم ہی کا ایک حصہ ہیں، تنیمی اثر اندازی کے معروف طریقے حب زیل ہیں۔

۱۔ معقول کے جسم کو چھوٹے بغیر پاس کرنا (یعنی معقول کے جسم پر ہاتھ سے اشائے کرنا)۔

۲۔ معقول کے جسم پر ہاتھ رکھ کر پاس کرنا۔

۳۔ معقول کو ہدایت کرنا کہ وہ کسی ایک نقطے پر اپنی نگاہیں اور توجہ مرکوز کرے۔

۴۔ تنیمی نیند کی زبانی ترغیبات دینا۔

جسم کو چھوٹے بغیر پاس کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ معقول کو آرام سے لٹایا جاتا ہے۔ اور عامل اپنے دونوں بازوں پھیلا کر ملین کے جسم کے مختلف حصوں پر بلندی سے پاس کرنا ہے۔ مسمر نیم، مسمر کے نام سے موسم ہے اس کا طریقہ کاریہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھ معقول کے کامنے پر رکھنا تھا۔ اور پھر ہاتھ انھا کر معقول کی انگلیاں پکڑ لینا تھا۔ اس ترکیب کو متعدد مرتبہ دھرانا تھا مسمر کا مقلد جسم کو چھوٹے بغیر اسکے جسم پر ہاتھ پھرنا تھا۔ تیسرا طریقہ ہے کہ معقول کو ناریک کرے میں بھٹا دیا جانا۔ عامل اسکے سامنے کھڑا ہونا معقول کے عقب میں ایک چڑاغ دیپ، کو اس طرح رکھا جاتا کہ اس کی روشنی

عامل کی آنکھ پر ٹپے۔ اور معمول کو ہدایت کی جاتی کہ وہ عامل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گھوڑتا ہے۔ یا عامل معمول کی ناک کی چونچ یا اردوں کے درمیانی حصے پر نظریں جمادیتا۔ یا معمول کو ہدایت کی جاتی کہ وہ فنا ریک کرے ہیں کسی چکدار تیز پر ملک جھپکاتے بغیر نظریں جمادیتے۔ اس دو ان میں عامل برابر معمول کو ترغیبات دیتا رہتا ہے کہ۔
 تمہاری پلکیں بھاری ہو رہی ہیں۔
 تمہارا جسم اکڑ رہا ہے۔

تم پر تنزیحی نیند طاری ہو رہی ہے۔
 بہترے کہ ترغیبی فقرے کے الفاظ مضبوط واضح صاف ہو جو ہیں ادا کئے جائیں۔ اگر عامل کے لمحے میں ذرا بھی کمزوری یا اسکی ترغیب میں اجھاؤ اور ترغیب کی ادائیگی میں پس و پیش ہو گا۔ تو ممکن نہیں کہ معمول عامل کے حکم رکانڈ، کی تعییل کر سکے۔ مثلاً

تم بالکل آرام دہ پوزیشن میں لیٹے ریا یا بیٹھے، ہو، بالکل آرام سے بالکل آرام سے، بالکل آرام سے، تم محوس کر رہے ہو کہ میں بہت آرام سے لیٹا یا بیٹھا ہوں۔ دیکھو، تمہاری پلکیں بھاری ہو رہی ہیں۔ پلکیں بھاری ہو رہی ہیں۔ تم چاہتے ہو کہ آنکھیں بند کرو۔ آنکھیں بند کرو۔
 تمہاری آنکھیں بند ہو گیں۔ سُن، یہری آواز دُور سے رو تھوڑی پھل جا رہی ہے۔ مرگ تم لے سے سُن لے ہے، ہو۔ اور تم برابر میری آواز سنتے رہو گے لو اپ، نہیں نیند آرہی ہے۔ تم آہستہ آہستہ نیند میں دوستیے چلے جائے ہو۔ گھری نیند، فرحت بخشن نیند اور خوشگوار نیند! تم ہر حالت میں یہری آواز سنتے رہو گے۔ یہرے علاوہ تم کوئی آواز نہیں سن سکتے۔ اس طرح

معمول پر رفتہ رفتہ نیند کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور اس عالم میں وہ آپ کے تمام جائز احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم میں معقول کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ظفر باب علی خان یکاب (مکان نہر میان) رقمطراز ہیں کہ

آپ کے اس فرقے نے چونکا دیا کہ ہم مشرق اقوام یہ ایک آجی کمزوری ہے کہ بہت سے اسرار درموز ہم اپنے پیسے میں لے کر قبریں چلے جاتے ہیں۔ اور نوئی انسانی ان تجربات سے فائدہ اٹھانے سے خودم ہو جاتی ہے میرے ساتھ یعنی ایک واقعہ عجیب گزار ہے۔ لیکن اس عجیب واقعے کی تشریع سے قاصر ہوں۔ نہیں سمجھ پایا کہ وہ کون کسی طاقت ہے۔ جو انسان کو بجاں خواب حرکت میں لے آتی ہے۔ ہوا یوں کہیں ایک رات گھری نیند۔ میں سور ہاتھا۔ بڑے بھائی جاگ ہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ہیں نیند کے عالم میں لانے بستر سے اٹھا۔ بیٹھ کا دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوا۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا، باہر نکلا اور سامنے والی مسجد کے جو ترے پر جا کر بیٹھ گیا۔ بڑے بھائی جان اس نماشے کو دیکھ رہے تھے اور ہیران تھے کہ ہیں کیا کر رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا کہ رہے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ گھر میں مہمان آتے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے دودھ اور کیک لینے جا رہا ہوں اگرچہ نہ وہاں کوئی دکان نہیں۔ نہ کامدار نہ میرے پاس دودھ کا کوئی برتن تھا۔ مگر پھر بھی تقاضہ کر رہا تھا کہ اس برلن میں بیرون ہر دو دہ دالا لید ازان گھر لوٹ آیا۔ اور بستر پر بستور لیٹ گیا۔ صبح جاگا تو قریب داشان شب مجھے قطعاً یاد نہ ہتی۔ بھائی جان نے یہ واقعہ یاد دلایا تو ہیرانی ہوئی کیونکہ خدا گواہ ہے کہ مجھے یاد نہ تھا کہ میں رات کو بیدار ہوا۔ بستر سے اٹھا۔

بُلْبُل کے دروازے کھولے مسجد کے چبوترے پر بیٹھا اور سیر گھر دردھ
مانگنے لگا۔ یہ تمام باہش میرے لئے ناقابل یقین نہیں۔ مگر امرِ واقعہ تو رہی تھا
جو بھائی صاحب نے بیان کیا۔ اسکے علاوہ ایک دفعہ گھر کے سخن میں سو
رہا تھا کہ اچانک پنگ سے اللہ کر کنوں کی طرف چلا اور کنوں بیس جانکے
لگا۔ خوش قسمتی سے والدہ جاگ رہی تھیں۔ وہ مجھے اپنے پنگ پر لے
گئیں۔ صبح جاگا تو مجھے ذرا بھی یہ واقعہ یاد نہ تھا۔ ان واقعات کے بعد ہیں
نے باہر سونا چھوڑ دیا۔ اندر سونا ہوں۔ گھر کے اندر جب آکیں ہوں، ہوں
تو سخت بھرا ہٹ محسوس ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ معاملہ کیا ہے
وہ کون کی قوت بے جو کبھی کو سوتے میں متحرک اور سرگرم کار کر دیتی
ہے۔ اور پھر جانکے کے بعد اس شخص کو یاد بھی نہیں رہتا کہ وہ سوتے میں
کیا کر چکا ہے۔

ظفر علی خاں بیبا (مردان) نے سوال کیا ہے کہ وہ کون کی قوت
ہے جو آدمی سے سوتے یہ کام لیتی ہے۔ اور ظفر یہ کہ اس شخص کو
علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے؟ یہ کوئی رُسرا ر قوت نہیں ہے بلکہ
شور دو حصول میں تقسیم ہے۔ ایک شوری عقل وہ جسکا ہمیں علم ہو ناہیے
مثلاً وہ حرکات جنہیں ہم اپنے ارادے سے کرتے ہیں۔ مثلاً میں یہ سطھیں
اپنے علم و ارادے سے لکھ رہا ہوں۔ دوسری حرکات و اعمال وہ ہیں جنہیں
ہم غیر شوری طور پر انجام دیتے ہیں۔ یعنی وہ کام خود بخود ہوتے رہتے
ہیں۔ اور ہم اس انگی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی۔ مثلاً سانش یا نبض چلنا
اور جسم کی غیر ارادی حرکات دیغزہ۔۔۔ بھی حال نیند کا ہے۔ جتنے ہیں

ہم کر دیں بد لئے ہیں۔ طریقے جاتے ہیں۔ اٹھ کر بیٹھ جاتے، میں جسم بے ترتیب ہوتا ہے ترتیب میں لے آتے ہیں۔ تینکے پرسکر قرینے سے رکھتے ہیں مسروپی لئے تو الحاف اوڑھ لیتے ہیں گرمی مخصوص ہوتا رضاہی آنار چینکے ہیں۔ یہ سب حرکات لا شوری طور پر انجم پانی ہیں۔ اور صحیح جانکے تجھے بعد، ہمیں یاد ہی نہیں رہنا کہ آٹھ گھنٹے کی نیند میں ہم کیا کیا جمانی حرکات کرچے ہیں۔ اس عمل کی ترقی یافہ شکل خواب خرامی ہے۔ اپنی سوتے ہیں اٹھ تر مختلف کام کرنا۔ اور جانکے بعد "اعمال خواب" کو فراموش کر دینا! یہ سب کچھ اس بات کی علامت ہے کہ لا شور شخور بر غالب آگیا ہے۔ لا شخور کے معنی غفلت اور یہ ہوش نہیں لا شخور کا ایک اپنا شخور ہوتا ہے اپنے پاگل شخور سے عاری ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی توجہ نہیں کر سکتے بلکہ ان کا لا شخور خود مختار طور پر اپنے جمانی اور دماغی فراں فراں انجم دینا ہے خواب خرامی یا somnambulism درحقیقت ایک تنویکی کیفیت ہے۔ تنزیمی نیند کی حالت میں آدمی خود تریزیات کے زیر اثر تمام فرانق انجم دینا رہتا ہے۔ اور جب تنزیمی نیند ختم ہو جاتی ہے۔ تو بھلا دینا ہر کو وہ اس حالت میں کیا کیا کر چکتا ہے۔ فنیاتی مریضوں پر لا شخور کی یہ کیفیت اکثر طاری رہتی ہے۔ اور اس صورت میں ان کے اعمال اور نہاد فکر خود مختا را آٹھ بیٹک ہوتے ہیں جسی پر شخور و نہم کی کوئی گرفت نہیں۔ ہوتی۔ اقبال جاوید رلیف (آباد) اسی کیفیت کے زیر اثر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اپنے خط مورخ ۱۹ جولائی ۱۹۴۶ء میں لکھتے ہیں کہ میں آج کل ایک عجیب و غریب کیفیت سے گزر رہا ہوں۔ یہ ناقابل قیاس ذہنی کیفیت ہے۔ پارچے چھ ماہ سے اس نسلکابت میں اور

اضافہ ہو گیا ہے۔ جب ہیں کسی چیز کے بارے میں سوچنا ہوں یا محوس کرنا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے ہاتھ خواب ہے۔ جو دماغ پر رکھا تھا ہوتی ہے۔ جیسے ہیں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ یہیں تھی چیز کو بخوبی ذہن نشین نہیں کر سکتا۔ ذہن سے اپنے حافظے میں رکھ سکتا ہوں۔ جب مطالعہ کرنے بیٹھتا ہوں تو یہ احساس ہونا ہے کہ میں اس عبارت کو اس سے قبل بھی پڑھ چکا ہوں۔ پھر اس عبارت کے نفوذ حافظے سے محو ہو جاتے ہیں۔ نصف مطالعہ ملک جو کام کرنا ہوں جو کچھ دیکھتا ہوں۔ جو کچھ سننا ہوں اس کے بارے میں یہ بصیران ہونا ہے کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افانہ تھا۔ ہر لمحہ ذہن پر یہ تصور غائب رہتا ہے کہ سب کچھ خواب خیال کا کارخانہ ہے۔

یہ تو ہستم کا کارخانہ ہے

یاں وہی سہے جو اعتبار کیا

انہا۔ پر کہ آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ اور یہ محوس کر رہا ہوں کہ سب کچھ علاً نہیں ملک تصور میں ہو رہا ہے۔ ازراہ کرم مجھے اس تصوراتی کیفیت سے کہ رہ خواب دیکھ رہا ہوں) نجات دلاتی ہے پہلے میں کافی ذہن تھا لیکن اب ذہانت کی رھار کند ہو رہی ہے۔ میں اپنی طرف سے پورے کوشش کرنا ہوں کہ ہر چیز کے بارے میں، حقیقی طور پر سوچوں جس طرح عام لوگ سوچتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہونا، میں تو خواں کے جزیے میں بھٹک رہا ہوں۔ حقیقی دنیا پرے لئے غیر حقیقی ہو کر رہ گئی ہے!

اقبال جاوید نے اینی جو کیفیت لکھی ہے۔ اس سے اندازہ ہزٹاہر کر بعض اوقات نفسی اختلال اور ذہنی انتشار کرنے عجیب غریب صورتوں

میں ظاہر ہوٹا ہے۔ اور آدمی کو کس طرح اپنے تصورات کے قید خانے میں
محوس کر دینا ہے۔ ان کے نفس میں دو نظام تصورات یا خواہشوں کے
دو فضاد موجود ہے ایک دوسرے سے ملکارا ہے ہیں۔ ایک نظام تصورات یا خواہشوں
کا جمیع وہ ہے جس کا تعلق ان کے جبلی تقاضوں سے ہے۔ اور تصورات
کا دوسرا نظام۔ علمی شعور سے تعلق رکھنا ہے۔ جو انہیں تنیزہ کرنا رہتا
ہے کہ تم سنگ و حشت کی دنیا سے جلاوطن ہو کر اپنے اندر بھیک ہے ہو۔

ہبھور صراخ بن، میں ہم لوگ

اپنے میں جلاوطن ہیں ہم لوگ

تم اپنے خوابوں کے اندر ہیڑے میں ٹھوکریں کھاتے ہو۔ تم نے
حقائق کی طرف سے آہنگیں بند کرنی ہیں۔ تم محض تصورات کے باسی
ہو۔ اور دوسری طرف ان کے جبلی تقاضے ہیں۔ جو اپنے اٹھارا درستین
جذبات کے لئے بے چین ہیں۔ اقبال جاوید کی پوری کوشش یہ ہے کہ
وہ ان جبلی خواہشوں کو رجنبی حقیقی ذوقیت کا خود انہیں بھی علم نہیں نہادیں
دفنایں۔ شعور اور لاشور کی ایک مشکل نے جو بڑی تھے گیرا اور شدت کے
ساتھ جاری ہے۔ ان کے حافظے کو معطل اور ذہن کو مختل کر دیا ہے اسی
کو اخلاق لفسمی کہتے ہیں۔ اس کیفیت کو اگر جاری رہنے دیا جاتے تو
اقبال جاوید یقیناً رخواب خرامی کے مریض بن جائیں گے۔ بلکہ بن گئے
ہیں۔ کیوں کہ ظاہری بیداری کے عالم میں بھی وہ سوتے رہتے ہیں اس
قتم کے ذہنی مریضوں کا واحد علاج عمل۔ تنیم کے ذریعہ ممکن سے۔ اقبال
جاوید پر تنیزہ کی نیند طاری کی جاتے اور پھر انہیں حکم دیا جاتے کہ تمہارے
نفس کے اندر جو بیجان برپا ہے جو طنزان بوثان و خروشان ہے۔ جو

آتشیں مواد بھر کر رہا ہے اسے بے کم دکاست بیان کر دو۔ یقیناً
وہ چیخنے لیکیں گے۔ اور دھاک پیدا کرنے والی آواز کے ساتھ اپنی زندگی
کیفیت رسگر شت کریں اندوہ، بیان کرنا مشرع کر دیں گے۔ پھر انہیں
یہ ترغیب دی جائے کہ سیدار ہنسنے کے بعد تم قلم اور کاغذ لے کر بیٹھ جاؤ
گے اور کسی جھیک کسی رکاوٹ اور کسی پچھوٹ کے بغیر جو کچھ تمہارے
ذہن میں آتے گا۔ اسے قلم بند کرتے چلے ہاؤ گے۔ چند مرتبہ یہ عمل
کیا جائے گا۔ اور اقبال جاوید اس خواب زندگی کی مرلپیانا کیفیت سے
نجات پا جا ہش گے۔ انسان زندگی اپنے سکون و تحفظ کے لئے ذہن
سے عجیب و غریب کام لپٹتی ہے۔ جب دماغی کرب و تکلیف خدے
گزر جاتی ہے تو آدمی ہپہڑش ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ذہنی صحت کے تحفظ
کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر کثرت اندوہ میں غشی طاری نہ ہو تو اندیشہ
ہے کہ دماغ پھٹ جاتے۔ اسکی ریگیں چٹخ جا ہش بھلا اٹا جذباتے
دباو، کون برداشت کر سکتا ہے؟ بے ہوش جانا گردو پیش سے بے ثبر
ہر جانا۔ سکنے کی حالت میں آجانا۔ یہ سب درحقیقت وہ دفاعی تذہیر
ہیں جو انسانی زندگی اپنے تحفظ کے لئے اخْنیا کرتی ہے۔ یعنی دماغی
میکانزم کو معطل کر کے وہ دماغ کے نازک حصوں کو تباہ ہونے سے
بچا دیتی ہے۔ اقبال جاوید کی خواب زندگی ریہ محروس کرنا کہ پس خواب
و ٹیکھ رہا ہوں۔ اسی فرم کی ایک چیز ہے۔ شور لا شور میں کشمکش پیدا
ہونا ایک مگزیر عمل ہے۔ انسانی جبلت (بک جبلتیں) وی ہیں جو
حیوانات کی بفاتے حیات کی ضامن ہیں۔ حیوانات فکر و تعقل سے
محروم ہیں۔ ان کے یہاں دل و دماغ کی وکیشمکش پائی ہی نہیں

جانی۔ جوانانوں کا مفہوم ہے مگر دل و رماغ ریا شور و حیلت، کی یہی کشمکش اور یہی تصادم انسانیت کا وہ امتحان ہے جو اسے انتہا المخلوقات کے درجہ پر ناٹر کرنا ہے۔ جانوروں کو اپنی تہذیب نفس کی کوتی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا کردار مشینی ہوتا ہے۔ مچھلی کا پچھہ پیدا ہوتے ہی یہی تربیت نہیں ہے۔ اور مرغی کا چڑہ اندھے سے برا آمد ہوتے ہی زمین پر چوپخیں ماننے لگتا ہے۔ لیکن آدم زاد کو سب کچھ سیکھلے رہنا ہے۔ چلنے پھرنا، اٹھنا پڑھنا، بولنا چالنا، اور حجاتِ تصوری سے فارغ ہونا۔ آدمی کا جشنی کردار بھی تربیت پذیر ہے۔ عقل فدم نرم پر اسکی رہنمائی کرتی ہے۔ اور جبلت اسے اپنی راہ پر چلانا چاہتی ہے۔ یہیں سے جذباتی کشمکش کی ابتلاء ہوتی ہے۔ اور خیر و شر کا یہی تصور غفل و جذبات کی یہی کشمکش اور مفید و مضر اقدار کی یہی پیشکار، انسانی شخصیت یہیں پختگی اور کائنات کام پیدا کرنی ہے! انسان حوارث کی بھٹی ہیں پتے بغیر اس میل کچھل سے پاک و صاف نہیں ہو سکتا جو بشری جیلت کی پیداوار ہے۔ جب تک انسان اپنے "اندرون" سے باخبر نہ ہو گا۔ اس میں خود آگاہی اور خودشناسی کی صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور خود آگاہی کے لئے اندر کرب سے گزرنا زینہ اولیں کی جیشیت رکھنا ہے۔

مرے قریب نہ آے بہت بے خبری
خود آگاہی کے جہنم میں جل رہا ہوں

تحلیلِ نفسی

ان مباحثت ہیں بار بار تحلیلِ نفسی کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے

تحمیل نفسی کے معنی ہیں اپنے نفس رہن، کی کیفیتوں کو ٹھوٹنا۔ اور ان شکافوں کو دریافت کرنا، جوانانی سوچ میں پڑتے ہیں۔ تحمیل نفسی کا طریقہ یہ ہے کہ معمول کو یتر پارام سے لٹا دیا جاتا ہے۔ اور اسے ہدایت کی طبیعت ہے کہ وہ اپنے اور استغراق کی کیفیت طاری کر کے مطالعہ ذات کی کوشش کرے۔ اور اس تک دہن میں جتنے خیالات یکے بعد بگرے آئے ہے، میں۔ انہیں بے تکلف اور سبte نکان بیان کرنا چلا جائے۔ اس کوشش میں معمول پر خود تنہایی رسیلف، پپ ناس زر، کی ہلکی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ تنہ ہم اور تحمیل دونوں کا طریقہ کاریکار ہے۔ یعنی لاشور میں دل ہنر مایوں اور یادداشتیں کو شعوری سطح پر لایا جائے۔ فرق یہ ہے کہ تحمل نفسی سے صرف ذہنی امراض اور اعصابی شکافیتوں کا علاج کیا جاسکتا ہے اور تنہیم کاری سے ذہنی اور اعصابی مکروہیوں کے علاوہ بعض جسمانی امراض رشتہا دردسر، بدھنسی، قیض، دانٹوں کی تکلیف وغیرہ، بھی رفع کئے جاتے ہیں۔ تحمل نفسی کا ایک نقطہ یہ ہے کہ اس عمل کے دوران "انس فال جذبات محبت" کے قانون کے تحت معمول رجس کے نفس کا تحریک اور ذہنی کیفیتوں کی تحملی کی ہماری ہے، عامل یعنی معايخ نفیات تحمل کرنے والے کو اپنا رازدار محروم اسرار اور محبوب قرار دے دینا ہے۔ بیداری کے عالم میں شعور محبت کے فرالق انعام دیا ہے اور لاشوری یہجانات کو دے دے سماں نہیں آنے دینا۔ اور عام حالات میں تمام تصورات اور جذبات شور کی چھلنی میں جھنپھن کر لاشور میں پہنچتے ہیں۔ لیکن شعور ہمیشہ چوکس اور چوکنا نہیں رہتا۔ کبھی کوئی جذبات ترتیب (مثلاً اچانک کسی عریائی) کا نظارہ بڑی تیزی سے ذہن کی دہنیکو پار کر کے لاشور میں داخل ہو۔

ہو جاتی ہے۔ اور ایک دھماکے کے ساتھ لا شور بس پیوست ہو جاتی ہے۔ نفس کے اس حصے کی رجھے ہم انہام و تہیم کے عملی مقاصد کے پیش نظر لا شور کہنے ہیں۔) کی وجہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر تر غیب اور واقعہ کو کسی انکار کسی پس و پیش اور کسی دلیل و جوگت کے بغیر جوں کا توں قبول کر لیتا ہے اور وہ تر غیب لا شور ہیں جو پرکھ طبقتی ہے۔ تنظیم کارکارا یہ ہے کہ وہ شور پر اونچھے یا نیند طے اری کر دے۔ تاکہ شور کا داروغہ درمیان سے ہٹ جائے اور ماہر تنہیم کی تر غیب کسی خلل پذیری اور دخل اندازی کے بغیر نفس کا ایک حصہ بن جاتی ہیں۔ تنظیم کی حالت میں معمول کی تخلیل نفسی مفید ہے۔ آن بھی! معمول اس عالم میں اپنا سینہ تنظیم کار کے ساتھ کھول دیتا ہے۔ اور اسکی زندگی کی تمام فراموش شدہ یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ ہم اپنے پیسے میں کیا کیا راز تھیں، ملے ہیں۔ اس کا اندازہ غیر تو غیر خود، میں بھی نہیں یہ تو صرف تخلیل نفسی کے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک فرشتے میں کتنے شیطان اور شیطان میں کتنے فرشتے پھپے ہوئے ہیں ۔۔

جو سینوں کے دبپتکے باز ہوں گے

نجانے فاش کیا کیا راز ہوں گے

ماہرین تنظیم نے محض سمجھنے کو جانتے کے لئے تنظیم کار کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ پدرانہ تنظیم، پر اقتدار مرگ شفقت آئیز بھی میں معمول کو ہدایت دینا، اور مادرانہ تنظیم، رہا تباہری آوازیں معمول کو ہدایت دینا، ہر ماں اپنے بچے کو لوریاں سنا کر اور تھیکیاں دیکر سُلّاتی ہے یہ لوریاں نالہ اور تپکیاں دینا بجاتے خود ایک تنوبی عمل ہے۔ سمر نیم میں معمول کو پس رہانچھ پھینزا کے ذریعہ سلایا جاتا ہے۔ بالکل یہی طریقہ کسی

کو سلانے کے لئے عام لوگ بھی اختیار کرتے ہیں جسم کے بعض حصوں
بپر زمی سے ہاتھ پھرنا، سہلانا اور زمی سے اعضا کو تھپتیانا، درحقیقت
خواب آور اعمال ہیں۔ آپ کو تنیم کاری سے قبل اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے
کہ آپ کا معمول کس قسم کی افتاد طبع کا مالک ہے۔ پھر میں جب کہ شوکم
ابتدائی مرحلے میں ہوتا ہے۔ پسکھ ہر تر غیب کو قبول کر لینا ہے۔ لیکن
بلوغ کے ساتھ ساقہ رفتہ شعر اپنی مکمل اور الگ شخصیت پیدا کر لینا
ہے۔ اور تر غیب پذیری میں طرح طرح کی رکاوٹ پیدا کرنا ہوتا ہے تاکہ
جس طرح رسمی کے مقابل گھاؤ سے پھر پیکر ٹپڑ جاتی ہے۔ اسی طرح مسئلہ
ترغیبات سے انعام کا رذہ بن بھی مناثر ہونی جاتا ہے۔ ڈاکٹر ایل کورنیش
کے دبستان شفابخشی کی بنیاد بھی۔ تر غیب پذیری "ہی پر ہے" ۱۸۹۶ء
میں "پیری بیکارڈی" نے خود ترغیبی ہی کی بنیاد پر کر سچن سائنس کی بنیاد
رکھی۔ یہ بھی خود ترغیبی ہی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تغیری اور نسبت
نظریات انسانی شخصیت کو طاقت محبت روشنی اور عظمت کے میدان میں
میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور متفہی نظریات و صد زندگی کو کرہ جنم بنا دیتے ہیں
ہر خیال اچھے یا بُرے طریقہ پر، کامے جنم کو متاثر کرنا ہے۔ ہر دہ خیال یا
تر غیب جو شور کے ذریعہ ہمارے لاشور ہو، پہنچتی ہے۔ ایک جیری تفاوت
بن جاتی ہے۔ اور پھر لا شور جیرا سے پورا کر کے رہتا ہے۔ آپ سب طرز
اپنے تخلی کو استعمال کریں گے اس کا اثر لازمی طور سے آپ کی ذہنی اور
جسمانی شخصیت پر ٹپے گا۔ خود ترغیبی کے لئے ضروری ہے کہ آپ کامل
راحت و سکون کے عالم میں ہوں۔ جسم کو ڈھیلا ڈھالا چھوڑ کر بستر پر ریٹ
جا بُش۔ اور اپنے کو مفہمد ترغیبات دینا شروع کریں۔ جب تک مکمل ذہنی

سکون۔ اور جسمانی آرام حاصل نہ ہو۔ تو جو میں یہ کسی قیمت سے انہیں ہو سکن۔ خود ترینی کے سلسلے میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ تنقیٰ ترعیبات و ہدایات موبہوم امراض کو حرم دیتی ہیں۔ آج سے چند سال قبل صرف امریکہ میں وہم زدہ افزادگی تعداد کو نصف کرو رکھتی۔ ظاہر ہے کہ ایسے خیالی مریضوں کا علاج حکماً اور ڈاکٹروں کے بس میں نہیں، صرف ایک مقابلہ نفیات، یہ ان سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ تنزیمی ترعیبات قبول کرنے کی صفت ہر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ البتہ شدت احساس کے لحاظ سے ان کی پتن فستی میں ہیں۔ (الف) بہت زیادہ شدید الاحساس (ان کی تعداد کل آبادی میں بیس فیصد ہوتی ہے۔) (۲) دوسرے درجہ پر وہ لوگ، ہوتے ہیں جن میں ذکاوت حس محدود پہمانے پر ہوتی ہے (۳)، اور میسر اور جم باعثوں کا ہے۔ جو شعوری وغیرہ شعوری طور پر تنزیمی ترعیبات کی شدید مراجحت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیں چاہتے کہ ان کی انسانیت اور اُن پر زور میں کی ترعیب توارث نہ است ہو۔ اگر تنظیم کار (ہپناٹ) کو اپنے پراغندا اور مقصد میں خلوص ہو۔ اور وہ سرگنی کے ساتھ اپنے زائف آنہام دے۔ تو باعثے معنوں کی سرکش اُن کو بھی خوش اسلوب کے ساتھ رام کیا جاسکتا ہے۔ آپ تنزیمی عمل کے دوران معمول کی آنہوں میں آنہیں نہ ڈالیں۔ بلکہ اسی ناک کی جڑ کو رابروں کے درمیان ننگیں۔ اور متواتر تر عینی نفرتوں کے ذریعہ مثلاً ہمیں نیند اُرکی ہے۔ ہم تاراجم بھاری ہو رہا ہے تم منے والے ہو۔ اس پر غزدگی طاری کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ عامل تنہم نے معمول کی آنہوں میں آنہیں ڈال دیں۔ اور خود اسکی آنہوں کے اثر سے تنظیم زدہ ہو گیا۔ یاد رکھئے کہ تنزیمی نہ سد

عام معنی میں نیند نہیں ہے۔ معمول پر حب تنویری طاری ہوتی ہے تو وہ بے خبر اور اسٹا عفیل نہیں ہو جاتا۔ اسکی آنہیں کھلی ہوتی ہیں۔ وہ چل پھر سکتا ہے۔ سوالات کے جوابات نے کٹنا ہے تاہم وہ تنویری نیند ہے، مٹا ہے معمول اس کیفیت سے مرف اس وقت آزاد ہو سکتا ہے۔ جب عامل اس سے کہنے کے جاگ جاؤ! تنویر کا ری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ معمول کو اپنے سامنے کھڑا کر دیجئے۔ کہنے کے آنہیں بند کرو۔ ہاتھ کی دو انگلیاں اسکی پیشانی پر رکھ دیجئے۔ اور اسے حکم دیجئے کہ وہ آنہکوں کی تپیاں، ابروؤں کے درمیان پیشانی کے وسط میں جما نے، اور یہ لقصور کرے کہ اپنے سر کی چوٹی کو دیکھ رہا ہے۔ اب آپ اسے تنویری ترغیبات دینی مشروع کیجئے۔ ایک ایک فقط ربطورشاں، نیند گھری نیند، خشکوار نیند کو پابراں اکٹا دینے والی آواز میں دھراتیے، اکٹا دینے والی آواز سننے والے کے دماغ کو تھکا دتی ہے لیں تنویری نیند کی ابتداء ہو گئی۔ جگانے کی ترغیب اس طرح دی جاتی ہے کہ آپ معمول سے کہیں کر میں ایک دو تین چار پانچ کہنا ہوں۔ تم ان ہندوں کو سُن کر وقت رفتہ جا گئے لگو گے۔ اور جب میں پانچ کہو گا۔ تو یوری طرح ہوش میں آجائے گے۔ اور اپنے کو کافی ترقیات، ہشاش، بشاش اور ہلکا ہلکا محسوس کرو گے۔ اگر ترغیبات میں یہ الفاظ شامل نہ ہوں تو عین ممکن ہے کہ معمول جس وقت جائے تو وہ تھکا ہوا اور در در در میں بیٹھا ہو۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ تنویری ترغیبات معمول کے لاشور کا جہری تقاضہ بن جاتی ہیں۔ اور وہ ان پر عمل کر کے رہتا ہے، فرض کیجئے کہ ترغیب نیزی کی شرید کیفیت میں آپ نے معمول کو یہ تزعیب دی کہ تم آج سے ایک ہفتہ بعد دن کے ٹھیک، ایک بھکر دس منٹ پر نیرے دفتر میں آؤ گے۔

اور ب کے سامنے، نیک نایح کا تمثالت کر دیگے۔ اور جانے کے بعد بھول جاؤ گے۔ کہ تھیں بجا لت تنیکم کیا تر عینب دی گئی ہے معمول حب معقول خواب سے جائیں ہے اور خواب کی ترغیبات کو قطعاً فراموش کر دینا ہے۔ البتہ ایک ہفتہ کے بعد جوں جوں وقت مقررہ ردن کے ایک نئے دس منٹ قریب آتا جاتا ہے اسکی بے چینی بڑھتی جاتی ہے وہ ہملا ہے صبطب کرنا ہے۔ حیران ہوتا ہے۔ اپنے پرخفاہ ہوتا ہے۔ مگر سب بے سودا اندر کا ایک پر زور تفاضل سے مجبور کر رہا ہے کہ عامل کے دفتر میں جاتے چنانچہ ایک نادیدہ وقت کشان کشاں ٹھیک دن کے ایک بجکر دس منٹ پر اسے عامل کے دفتر میں لے جاتی ہے۔ اور وہ نفس کرنے لگتا ہے۔ رائے ترغیب بعد از تنیکم کہنے ہیں۔) نقیاتی امراض اور عادات بد کا علاج اسی تنکینک سے کیا جاتا ہے۔ بہر صورت یہ یاد رکھنے کے لاشوری تفاضل خود جیلت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اور کوئی طاقت معمول کو اس کی تعییل سے باز ہمیں رکھ سکتی۔ خواہ تنیکی حالت میں وہ عمل کیا جاتے خواہ تنیکم کے بعد! اگر رس آرفی یہی ہوں اور آپ ان میں سے ایک کو "ہسپلانٹائزڈ" کر دیں تو بانیِ نوآدمی بہت آسانی سے تنیکم کے اثر میں آجائیں گے۔ سحر بیان خطیب، بجز نوا شاعر اور بالکال اداکار اپنی خطابات، شاعری، اور کمال فن سے ہزاروں، لاکھوں کے مجمع کو تنیکم زدہ کر کے اس مجمع سے ہر کام لے سکتے ہیں۔ جب آپ معمول کی ناک کی جڑ پر نظریں چاکر اپنی ترغیبات کے ذریعہ اسے تنیکی حالت میں لے آئیں تو اس سے گھیں کروہ اپنی آنکھیں حبکا لے۔ وہ آنکھیں جھکانے کے باوجود دیہ محکوس کرنا ہے لگا کہ آپ اس کو ناک لے رہے ہیں۔ اور وہ آپ کی

مقناطیسی نظرؤں کی گرفت میں ہے۔ حالانکہ آپ کی نظریں اس پر لگی ہوئی نہیں ہیں۔ ذہن نشین کریجتے کہ انسان کی جذبات میں بنیادی طور پر دوستم کے خوف بیٹھے ہوتے ہیں۔ (۱) گرنے کا خوف اور (۲) شروع غل سے ڈرنا! نوع انفی کے آباء و اجداد کی زندگی خوف لی اپنی دو صورتوں کی چھاؤں میں بس رہتی رہی ہے۔ طرح طرح کے خوف آسی بنیادی جذبات سے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہرگواہ کا عالم جذبات ہیں کس طرح انسان کا جسمانی نظام ذہن کا ناٹریوں کرنا ہے۔ خلا خوف میں لرزنے لگنا پھرہ زرد پڑ بانا۔ شرم سے منہ لال اور غصے میں آگ ڈھپو کا ہو جانا۔ اس فیض کے قابو جذبات کو تنہ ہمی عمل کے ذریعہ فرمائیں اور بنا پا جاسکتا ہے۔ مختصر آپ کہ تنزیم کاری کے چند اصول خصوصیت کے ساتھ قابل لحاظ اور قابل عمل ہیں۔ (۳) معقول پر تنزیمی کیفیت پیدا کرنے کے لئے ترغیبی فقوں کو پے حد درپے دہرا دیا جاتے۔ (۴) یہ ترغیب حبِ ضرورت اور موقع کی مناسبت کے پیش نظر آئتا ہے یعنی والی اور تنھیا دیتے والی آواز میں دہرا دی جائیں۔ (۵) لیکن بعض معقول تکان پیدا کرنے یعنی والے ہجت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ انہیں نرم دشیریں اور دل نشین لہجے میں سوچانے کی ترغیب دی جاتے۔ (۶) بعض معقول بھکے مُرسیں والی موسیقی سے غنودگی کے عالم میں آ جاتے ہیں۔ انہیں ترغیبات دینے کے ساتھ اس فیض کی موسیقی کے ریکارڈ سوانیتے جائیں (۷) تنہ ہمی عمل کے لئے عامل اور معقول دوں کے لئے کامیل ذہنی اور جسمانی سکون ضروری ہے۔ (۸) تنہ ہمی حالت میں معقول کا پیے خبر اور غافل ہو جانا مفید نہیں۔ اسے دماغی طور پر فعال اور بیدار ہونا چاہتے ہیں

ناک تر غیبی فقر دوں کو فتوول کر سکے۔ (۲۸) عامل تنہیم کی نظر معمول کی ناک کی جڑ پر رہے۔ اپنے کو شکفتہ اور بثاش محسوس کر دیگے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ تنہی نیشن کے عالم میں معمول کو اس امر کا پابند کر دیں کہ وہ فلاں نفط شلا سورج یا فلاں اشائے مثلاً کھانے کی آواز پر تنہی میں حالت میں آ جائے گا تو بقین یکجہتے کہ جب بھی آپ اس کے سامنے سورج کا لفظ ادا کریں گے یا کوئی ایسا اشارہ کریں گے جس سے سورج کا مفہوم پیدا ہو یا سورج کی تصویر دکھا پس تکے یا کھانیں گے۔ اپنے تنہی کیفیت طاری ہو جاتے گی۔ انہیں "پوست ہپناٹک سمجھیت" رہتے ہیں۔ یعنی وہ ہدایات و ترجیبات جن پر معمول کو مستقبل میں عارضی طور پر یا مستقل عمل کرنا ہے۔

الفاظ کا جادو

فارسی کا کیا دھش اور دل کشا شریار آیا؟
ہر س نہ شاندہ راز است و گرنہ
ایں ہا ہم راز است کہ معلوم عوام است

یعنی ہر شخص قدرت اور کائنات کے بھی دوں سے واقف نہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عوام جن چیزوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ وہ بھی "راز" ہیں۔ یعنی وہ بھی ایک بھید کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً الفاظ بالخط ہمارے لئے ہوا اور عنزا سے زیادہ قسمی ہیں۔ اگر ہم سے "الفاظ" چھپ لئے جائیں۔ تو ہم پھر کے بت بن کر رہ جائیں۔ ہم ہر چیز کو استعمال کرنے سے قبل کوئی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جس چیز کو سورج کہتے ہیں

وہ دراصل لفظ ہے لفظ کے بغیر ہم کسی چیز کو سوچ ہی نہیں سکتے۔ تو گویا الفاظ ہیات انسانی کا بنیادی مفہوم اور انسانی اثاثہ ہے اس کے باوجودہ ہم پوری طرح الفاظ کے جادو سے واقف نہیں۔ صرف ایک لفظ ہمارے ذہن میں خیالات کے طویں سلسلوں اور جذبات کے ختم ہونے والے رشتہ کو محکم کر دیتا ہے۔ تنیم کاری کا پورا جادو لفظ کے سحر سے عبارت ہے۔ ترعیبات کیا ہیں۔ الفاظ اگویا یہ پورا کھیلے لفظوں کا ہے۔ نہم ایوب کراچی تھی، میں کہ میں آپ سے جتنی تمازج ہوتی ہوں۔ کبھی کسی سے نہیں ہوتی آپ کے مضامین کا مطالعہ بڑے شوق اور لگن سے کرتی ہوئے روزنامہ جنگ رشماہ ۱۳ اگست ۱۹۳۶ء میں آپ کا ایک مضمون، "الفاظ کا جادو" نظر سے گزرا۔ پڑھا تو بہت لذپی سے مگر داغ نے وہ سب کچھ ماننے سے انکار کر دیا۔ جس پر آپ نے اس مضمون میں بطور خاص زور دیا تھا۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء کے جنگ میں شوکت حین نامی ایک بذرگ کا تخریب نظر سے گزرا۔ آپ نے پیٹ کی بیماریوں پر بطور خاص زور دیتے ہوتے تھا کہ "امراض ششم کا براہ راست تعلق ذہن سے ہوتا ہے۔ یہ اتنی جسمانی نہیں ہو ہے جتنی ذہنی اور نفسیاتی ہوتی ہیں۔ میں ان دونوں پیٹ کی تکلیف میں مبتلا تھی اس تکلیف کو میں ماہ گزر گئے تھے۔ علاج برابر جاری تھا۔ مگر نہ کوئی ذریق تھا اس افاقت پر میٹاں تھی۔ پہلے، ہی پیروز نہ کم تھا اس تکلیف کے سبب وزن میں اور پانچ پونڈ کی کمی بوکتی جب کہ پس ان دونوں بڑے شوق سے اپنا وزن بڑھانے میں معرفت نہیں۔

ک آخر اپ کے الفاظ روپیٹ کی بیماریاں) اتنی جسمانی نہیں ہو تھی جتنا ذہنی
ہوتی ہیں۔ وہ نے مجھ پر جادو کا اثر کر دیا۔ اور یہی نے اسی دن سے
سارے ہی دس بیکھے رات سے یہ فقرہ دہرانا شروع کر دیا کہ میرا پریٹ ٹھیک
ہو رہا ہے۔ اور یہ صحت مند ہو رہی ہوں۔ یہ فقرہ یہی نے اتنی باڑہ را
کسر یہی درد ہونے لگا۔ پھر یہی نے پانے کو یہ ترغیب دینی شروع
کی کہ "جب یہیں صحیح الھوڑوں گی تو پریٹ ٹھیک ہو چکا ہو گا۔" محترم رہیں صاحب
آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی۔ کہ صحیح جائی گی تو پریٹ بالکل ٹھیک تھا، افے
الفاظ کا جادوا!

شمس الدین شمس رلاتل پور) اپنے مکوپ دہ جو لائی سکے ہے میں
رقطراز ہیں کہ

میرا معمول جماعت نہم کا ایک حسن طالب علم ہے۔ میں جب تنہی
اذنگھ کے عالم میں اس سے سوال کرنا ہوں تو وہ بعض اوقات تو
دور دراز کی اشیا کے بارے میں، صحیح صحیح کیفیت بتاتا ہے۔ اور بعض وقتا
صحیح بناتے بتلتے غلط گوئی پر اُڑ آتا ہے۔ رہنمائی فرما بیس کر ابا
کیوں ہے؟ دوسرا مسئلہ جواب طلب یہ ہے کہ تنیزم کاری کے عمل کی میتعلقات،
ماہرین ہنیاڑزم کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ
معمول کی ناک کی جڑ را پروڈس کے درمیان گھوڑنا اور پاس کرنا کافی ہے
اور بعض صرف "ترغیب" کو کافی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترغیبی فقرہ
مسلسل دہرانے سے بھی معمول پر عنودگی کی حالت طاری کی جاسکتی ہے
میرا ذاتی تحریک یہ ہے کہ جب تک معمول کی ناک کی جڑ پر قوچ نہ کروں
وہ استغراق میں نہیں آتا۔ ہال بھے یہ بھی احسان ہوٹا ہے کہ

جب میں معمول پر ملک چھپکاتے ہے بغیر نظریں جا دینا ہوں تو آنکھوں سے روشنی کی شعاع کسی نکلتی ہے۔ جسے الیکٹرونز درجہ پارے ابھہ ہے ہوں جب وہ شعاع نور نکلتی ہے۔ تو گردوبیس انڈھیرا چھا جانا ہے۔ روشنی کی وہ لیکڑیں لقطہ توجہ پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے جس پر میری نکاہیں جھی ہوتی ہوتی ہیں۔ خیال یہ ہے کہ میری قوتِ ارادتی شعاع نور کی صورت میں نکل کر معمول پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور اس کے زیر اثرِ مہولِ عالم استغراق میں آ جانا ہے۔ لیکن اگر گھورنے اور پاس کرنے کے ساتھ لے یہ ہدایت بھی دوں کہ تمہیں نیند آ رہی ہے۔ تو اس پر تنویں کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ پھر ساری محنت اکارت ہو جاتی ہے۔ اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جب تک میری آنکھوں سے روشنی کے دارے نکل نکل کر اسکی پیشانی کی طرف جاتے ہیں۔ معمول کی کیفیت استغراق فتنہ رہتی ہے۔ اور جو نہیں روشنی کا اخراج بند ہو جاتا یعنی میرا ذہن تھک جاتا ہے۔ معمول تنویں اثر سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تمہیری پیچیدگی یہ ہے کہ اگر پاس کرتے وقت میرا سایہ معمول پر ڈھاتے تو عملِ تنویم میں رکاوٹ ڈھالتی ہے۔ اور معمول پر کوئی اثر نہیں ہوتا یعنی میری پرچاہیں تنویم کاری میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ پاس کرتے وقت اپی یہ عالی ہے کہ سائے جسم میں مسلم سننا ہٹ ہوتی رہتی ہے خاص طور پر پاؤں اور ٹانگوں میں لکھنی کا احساس شدید ہونا ہے ایک ہنارت نے بتایا کہ یہ مفناطیسی قوت ہے جو تمہاری رُگ پے یہیں دوڑ رہی ہے۔ البتہ باختوں کی منہیں اس بند کر لینے سے مفناطیسی قوت کا اخراج رُک جاتا ہے۔ یہ بھی عرض ہے کہ میں اس مفناطیسی قوت سے

ہام نے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے علاج کر لیا ہوں۔ شمس الدین شمس نے جس مقناۃی قوت کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہ صرف عمل تنہیم رتوج کو ایک نقطہ پر مکونز کر دینے) سے پیدا ہوئی ہے بلکہ سن کی مشیخت اور مراقبہ رائیک نقطہ پر تصور کا جماو، یعنی اس وقت کی پیداری اور تحریک بیس سرگرم حصہ لیتا ہے۔ کوئی سو فیصد کی سائبینی ثبوت تو موجود نہیں البتہ ہر شخص کا مشاہدہ اور تجزیہ یہ ہے کہ مضبوط ارادہ رکھنے والے انسانوں میں عجب تسمیہ کی قوت مقناۃی پائی جاتی ہے جس کا تکالیف توجہ رہنمول کی پیشائی یا آنکھوں کو پلک جھپکاتے بغیر گھورنا، کے سب عامل تنہیم کی آنکھوں سے قوت کی ایک ہر خاری ہوتی ہے۔ اور نہیں پرا شزادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر عامل کا ارادہ مکنزوڑا و رہ پس دیش کے علم میں منتلا ہے۔ تو یا معمول پر تنہیمی نیند طاری نہ ہوگی۔ یا بہت جلد ختم ہو رہے گی۔ شمس الدین اسی حالت سے دوچار ہیں۔ انھوں نے اسی آنکھوں سے روشنی کے اخراج کا ذکر کیا ہے۔ یہ وہی روشنی ہے جو مقناۃی کی یقینت نئے ہوئے ہے۔ لوگ ہیں اس کو "کندالنی شکنت" کہا گیا ہے۔ شمس الدین شمس نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی ان کا معمول دور دراز فاصلے پر رونما ہونے والے واقعات راوی ارشادی، کی صحیح طور پر تصور کر کشی کر دیتا ہے۔ اور بھی کبھی غلط بیان پر اترانے ہے۔ یا پچ بونتے بولنے جھوٹ بولنے لکھتے ہے۔ ایسا کیوں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آدمی حالت تنہیم میں ہو یا کامل پیداری کی حالت میں! وہ جب بھی کسی واقعہ کی تفصیل بیان کرنا ہے تو راتیتے نہیں، نا راتیتے طور پر ہی سہی۔ خود بیان کرنے والے کے رحمانات، میلانات اور ذاتی ہمارات اصل واقعہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بیان کا یہ

حصہ جو بیان کرنے والے کا ذہن اور تجھیل حقيقة واقعہ میں شامل کر دیا ہے۔ ا بدیکی طور پر غلط ہوتا ہے بعض معمول اپنا بھرم قائم رکھتے اور عامل کو خوش کرنے کے لئے بعض چند سوالات کے جوابات اپنی طرف سے گھٹ کر پیش کر دیتے ہیں۔ ناکہ عامل نے معمول پر جو بھروسہ کیا ہے وہ مجروم نہ ہو۔ اور اسے نالائق نہ قرار دے دیا جاتے۔ اور پھر ذہن انہی تو درآمد ساز ہے ہی! خوب تنہ بھی عمل بعض اعتبارات سے ڈرامہ سازی ہے۔ اس درآمے میں معمول بھی اپنے کردار کو اتنی، ہی یہ ت انجام دینا ہے۔ اداکر نہ ہے۔ جتنے تجھب ناک طریقے پر عامل اپنے ذائقن انجام دینا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ ایسے معاملات میں معمول بار و عانی و سیط رسید ہم جس کے ذریعہ ارواح کو طلب کر کے سوال جواب کئے جاتے ہیں۔) ڈرامہ ضرور کرنا ہے۔ عامل کو ان تمام نزکتوں سے باخبر رہنا چاہیے۔

بعض تنہ ہم کا رمموں کو عالت استغراق میں لا کر اسے حکم دیتے ہیں کہ فلاں شہر میں جا کر دیکھو کر وہاں کیا ہو رہا ہے۔ یافلاں شخص کیا کر رہا ہے۔ یافلاں شہر میں کس حالت میں ہے؟ اور معمول اکثر موقعاً پر دور دراز فاصلوں پر واقع ہونے والے واقعات اشخاص اور اشیاء کے مابین میں صحیح اور برجستہ معلومات بھم پہنچا دیتا ہے۔ اس غیر معمولی واقعہ زخارق العاداث یا سپر نازل، کی تشریع نہیں طرح کی جاتے گی؟ ایک نکٹہ فویہ ہے کہ ذہن ان افانی لازمانی اور لامکانی ہے۔ یعنی وہ بیک وقت ہر واقعہ سے جو پیش آچکا ہے۔ پیش آرہا ہے اور پیش آتے گا۔ یعنی ماہنی حال و تقبل سے خبردار ہے۔ اور اسی کے ساتھ اس ملخے ہر جگہ موجود ہے۔ خواہ وہ جگہ شمال میں واقع ہو یا جنوب میں۔ مغرب یا میں مشرق میں۔ مرتخی میں ہو

یا زمین پر انسانی ذہن نہ کسی فاصلے کا پابند ہے نہ مکان کا، کیونکہ قدرت کے یہ دونوں منظہر رہ مکان اور زمان، خود ذہن انسانی نے اپنی آسانی فہم و ادراک کے لئے زرض کرتے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انسان کے خاکی جسم کے ساتھ ایک اور لطیف جسم نعمتی ہوئی ہے۔ رکراچی کی مبنی مطلح میں گدھے کے ساتھ تجھ، جسے جسم مثالی یا جنم نوران ہوتے ہیں۔ نوری و خاکی اجسام ایک نفرتی رشتہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں۔ بیداری کے عالم میں شورانی دونوں جسموں کو ایک دوسرے سے والبہ رکھنا ہے البتہ جب دماغ پر نبیند طاری ہوتی ہے تو جنم مثالی کو اس حد تک آزادی نصیب ہو جاتی ہے کہ وہ زمان و مکان میں جہاں جی چاہے سفر کر سکے۔ ناہم اس سفر میں ہی وہ نفرتی رشتہ دونوں جسموں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونے دیتا۔ یہ صرف مقاصن اجل ہے۔ جو اس رشتہ کو قطع کر دیتی ہے۔ اور جنم خاکی خاک کی طرف اور جسم نوری عالم نور کی طرف محوس فر ہو جانما ہے۔ پہنچی دیں پہ خاک جہاں کا نیخ رخنا! تنومی نہیں۔ میں جب معقول کو حکم دیا جائیں ہے کہ وہ فلاں جگ جا کر دیکھے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تو جسم خاکی نہیں۔ رکیونک وہ توبتہ دراز ہونا ہے، جنم نوری اس حکم کی تعییل کرنا بے معقول احمد سیالکوٹ، رقمطراز ہیں کہ

معقول کی عمر نفتہ بیاً اکیس بائیس سال کی ہے سگاؤں کا اینے والا ہے۔ تقریباً آٹھویں جماعت تک پڑھا لکھا ہے۔ کچھ گھر بیوی مجبوریوں کی بنا پر ہماں یہاں ملازم ہوا۔ اس کا نام محمد اقبال ہے۔ قوم راجبوت ہیں اسے صرف تین مرتبہ ہپناٹا نزد "کر سکا ہوں۔ تنوم کاری کا طریقہ وہ ہے جو آپ نے اپنی کتاب رہپناٹزم جلد اول، میں لکھا ہے۔ میری زیر نگرانی

اس وقت میتھی پارڑ کے "اللشیخ" نقطہ بینی، کی مشن کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کو "نقطے" رسیاہ دھتے، میں سے روشنی نکلتی نظر آتی ہے۔ اور رسیاہ نقطہ رفتہ جگہ کانے لگتا ہے۔ بیچاۓ کو سخت گھرا ہٹ محسس ہوتی ہے۔ شدید گرمی لگتی ہے مگر حب ہدایت نقطہ بینی رالشیخ میں معروف ہے۔ دوسرے صاحب بجالت استغراق کراچی کی سیر کر رکھے ہیں۔ حالانکہ خوداب تک کراچی ہنیں گئے۔ میں نے کراچی کے مابے میں پائیں سوال دوچھے۔ بالکل صحیح خواب دیتے۔ تیسرے صاحب، سیلیف ہنسا نہ زخود تزویہ، اُنی مشن کر رہے ہیں۔ اور ایک حد تک ان کے والد بھی، تنزیم کاری سے واقف ہیں۔ اور یہ ان سے وقتاً فرقناً ہدایت لیٹا رہتا ہے۔ اول اذکر اور آخر الذکر کو ساتھ "ہنسا ٹاٹرڈ" کر رہا ہوں۔ انہوں نے بہت سے متخاالت کی سیر کی۔ مدینہ منورہ گئے روضہ مبارک پر جا کر دعا اٹکی۔ دیوار ہوا۔ پہلے فرمایا۔ چلا جا۔ پھر فرمایا۔ آجا تھیکی دی۔ تین انگلیاں اور پراٹھا اپنے۔ پھر فرمایا۔ "الظاهر و الباطن" سلام کر کے واپس آگئے پھر اجنبیہ رشیف گئے۔ وہاں آداب بجا لاتے۔ دیکھا کہ جنات قرآن خوانی کر رہے ہیں۔ ایسی خوشبو سونگھی جس سے آج تک واسطہ نہ بڑا تھا۔ اور بہت سے سوالات کئے گئے۔ جن کے بوابات حرف بحرف ہی صحیح تھے پچھلے دوں آخر الذکر معقول پر تنویہ نیند طاری کر کے آپ کے پس بھیجا ہیں نے آپ کی تصور اسے دکھائی۔ اور کہا کہ کراچی جا کر ان صاحب سے ملو۔ اس نے آپ سے عمل تنزیم کی اجازت چاہی۔ تو آپ نے اسے دید کی! یہ ہے مقصود احمد سیاہ کوٹ کا بیان! ان کے معقول کا یہ بیان کر جیں تے کراچی جا کر تپس امر و ہوی سے تنزیمی عمل کی اجازت مانگی۔ اور انہوں

نے اجاتر دیدی مخفی دراد سازی ہے۔ کیونکہ نہ میرے پاس کوئی آیا اور نہ میں نے کبھی کو عمل تنظیم کی ایجادت دی! اپنائیان میں ہمپناہ ڈرم ہنوز، جارو و لٹنے اور سحر و ساری کی زنجیر تہم سے آزاد ہنہیں ہوا۔ لیکن یورپ اور مریجہ میں اس فن کا باضابطہ مطالعہ اور تنزہ بھی منظاہر کا سائنسی نقطہ نظر سے تجزیہ کیا گیا ہے۔ اب تک ان موضوعات پر انگریزی، فرانسیسی، ہمپانوی اور جرمن زبان میں صد ہاں ہنہیں، ہزاروں مطالعہ افروز کثا میں طویلے یادداشت اور ٹری محنت اور سخت اختیاط سے مرتب کی ہوتی۔ روپریں شائع کی جا چکی ہیں۔ اور حب ذیل موضوعات سے سیر خالی بحث کی گئی ہے۔

- ۱۔ فن تنظیم کا نام ایسی جائزہ
- ۲۔ تنظیم کاری کیا ہے؟
- ۳۔ تنظیم کاری کی تکمینک
- ۴۔ تنزہ بھی منظاہر
- ۵۔ ترغیبات مال بعد التنویم روپسٹ ہنپاٹک سمجھیں،
- ۶۔ خود ترغیبی اور خود تنزہ بھی
- ۷۔ دوہری شخصیت اور خود تنزہ بھی
- ۸۔ روحیت سے تعلق رکھنے والے منظاہر

- PSYCHIC PHENOMENA
- ۹۔ روشنی نہیں اور غیب رانی
 - ۱۰۔ طیلی میقی کسی مادی واسطے کے بغیر دُوڑ ہنؤں کا رابطہ
 - ۱۱۔ حاضرات اور اح اور تنظیم
 - ۱۲۔ تنظیم اور ناسخ راؤ داؤن،

۱۳۔ تنویم اور حسیرا تم
آئیے اب مختصر ان منصوعات پر علم و تحقیق کی روشنی میں گفتگو کریں!

مارہجی پر منظر

اگرچہ "ہپنا ڈرم" کی اصطلاح تکمیل میں ایجاد ہوتی ہے مگر تزویم کا ری کافی بجا سے خود اتنا ہی قدمی ہے جتنا انسان اور اس کی معاشرتی مارنے! قبل از مارنے ہند کے جادوگر کا ہن اور مذہبی رہنمای اس فن سے بخوبی واقف تھے۔ اور وہ اپنی مذہبی اور معاشرتی رسموں، میں کسی نہ کسی انداز سے تزویمی کمالات کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ ابتدائی قبیلوں کی معجزہ شفا بخشی مقدس بنیند، پیش گو ٹیاں اور اہام سب اس قوت کے کر شئے تھے۔ برکوچک ہندوپاک کے لوگی اور فیقر اور ایران کے موبد رائش پرستوں کے پیشوں، پسے اور خود تزویمی کی کیفیت طاری کر لیتے تھے اور مرضیوں کو شفا بخش فیتے تھے یوگیوں کی بھاڑھونک بھی درحقیقت ایک قدم کا تزویمی شعبدہ ہی تو ہے۔ پندرہ سو سال قبل مسح رساڑھے تین ہزار سال پہلے مصری کا، ان ہاتھ کے پاس رہا تھا پھیرنا، کے ذریعہ جنم کے ماؤن اعضا پر ہاتھ پھر کرنی نہ کی پیدا کر دیتے تھے۔ عربان اور سمجھی معاشر بھی ہپنا ڈرم کے ذریعہ لوگوں کا علاج کرتے تھے۔ اور مصری مذہبوں میں تزویمی طریقہ علاج عام تھا۔ اور یونان و روم کے مذہبی پیشوں بھی اس طریقہ شفا بخشی سے ناواقف نہ تھے یعنی یہ مرضی کو تزویمی نیند کے عالم میں لا کر اسے شفایاں کی ہدایت دیتے۔ اور مرضی بھلا چینگا ہو جاتا۔ بایاتے طب لقوطا کا قول ہے کہ جب میں اپنے مرضی کے جسم کو سہلانا ہوں تو مجھے ایسا

لگنا ہے کہ گویا میسکے ہاتھوں سے کوئی نادیدہ پر اسرار طاقت نکل کر مرضی کے جسم میں داخل ہو رہی ہے اور اسکے جسم کے بیمار حصے از سر نو تر دنازہ ہو رہے ہیں۔ بقراط کے قول کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح متعدد بیماریاں ایک جسم سے دوسرے جسم میں لغزوڈ کر جاتی ہے۔ اسی طرح روح حیات اور صحت و اanzaati کی ہر سبھی ہاتھ کی انکلیوں کے تماشی پر چھونے سے دوسرے مرضی کے جسم میں داخل ہو کر اسے شفابخش دیتی ہیں مدد سائنس انوں نے تو خود حضرت مسیح علیہ السلام نک کے معجزات شفای بخشی کو تنزیہ اثاثات پر محمول کیا ہے۔ کیا خوب؟

ناکوں نے تیکے صد نہ چھوڑا زمانے میں

ترڑپے ہے مرغ فتبلا نہ آیا نے میں

شیخ الرہس بوعلی سینا کا تجربہ ہے کہ ذہن پوری قوت کے ساتھ جسم پر اثر انداز ہونا ہے۔ نہ صرف اپنے جسم پر بلکہ دوسرے اجام بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ چاہے وہ کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہوں۔ شیخ الرہس کے الفاظ میں اس قوت کے استعمال سے نہ صرف دوسریں کو شفابخشی جا سکتی ہے۔ بلکہ انہیں بیمار بھی ڈالا جا سکتا ہے ایک اور فلاسفہ (D ۷۵۰ M ۵۸۷) بوعلی سینا کے قول کی نایاب مزید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ قوت جو مرضیوں کو شفابخشی ہے صرف تصور اور ارادے کی قوت ہے پھر صدی عیسوی میں پرسی اس (D ۷۵۰ M ۵۸۷) پر مخفف اس نے کلمیاں نے مقدمہ چلایا کہ وہ اصرار کرنا تھا کہ امراض اور صحت صرف ذہن کا کرشمہ ہے۔ اور یہ کہ ذہنی قوت اچھے چھلے آدمی کو بیمار اور مرتے ہوئے کو صحت بخش سکی ہے۔ اگرچہ اہل کلمیاں خود بیماریوں کے علاج میں اس نظریہ

اور طریقے پر عمل کرتے تھے۔ ماہم انہیں پسند نہ تھا کہ کلیسا فی حلقة سے باہر کوئی شخص رُحانی علاج کا دعوے کر سکے۔ صدیوں تک انگلستان اور فرانس کے باوشا ہوں کو خداوی طاقت کا دعویٰ رہا۔ لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر بادشاہ پسند نہ تھا کہ مبارک سے اپنیں چھو لے، تو وہ صحت یا ب ہو جائیں گے۔ اسے وہ ”ائل پرچ“ نہ کہتے تھے اور ”ائل پرچ“ کی تقریب کے موقع پر مشاذ ارمذ ہی رسمیں ادا کی جاتی تھیں۔ نارنجی واقعہ ہے کہ ڈاکٹر جانسن کو اسِ خرض سے لذن لایا گیا کہ ملکہ عالیہ اپنیں چھو کر صحت یا ب کر دیں۔ لاداں میں آر لینڈ کا ولنسان گریٹ ریجن ایک شہر رُوحانی معانع تھا اس کا بیان ہے کہ امر اخن خبیث رو حسین پیدا کرتی ہیں اور یہ کہ خدا نے اسے بہ قوت دی ہے کہ وہ ارواح خبیث کو ہرا کر مریضوں کو شفا بخش سکے۔ وہ مریضوں کے جسموں پر ”پاس“ کرنا تھا۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ”پاس“ کے ذریعہ ہزاروں بیماروں کو تند رست کر دیا۔ اس ہمدرکے مشہور سائنسی والوں خصوصاً رابرٹ بوائل نے ولنسان گریٹ ریجن کا امتحان دیا اسکے مریضوں کا معانہ کیا۔ اور گریٹ ریجن کے دعوے کی رکھنے اسے شفابخشی کی قوت دی ہے، تقدیم کر دی۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں ایک پادری ”جان گیز“ نے اس طریقے علاج کا دعوے کیا۔ وہ بھی گریٹ ریجن کی طرح رُوحانی شفابخشی کا مدئی تھا اور وہی طریقے اختیار کرنا تھا جو اس سے قبل دراصل تنزیمی عامل اور بظاہر رُوحانی معانع استعمال کرتے ہیں۔ جان گیز کا بیان تھا کہ آپسی اثرات کے سبب بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اسکی منتر خوانی سے جبیث رو حسین بھاگ جاتی ہیں۔ اور بیمار تند رست ہو جاتا ہے۔ اس طریقے سے جان گیز نے ڈس ہنر

سے زیادہ بیاروں کو شفا بخشی! گیسٹر کا خیال تھا کہ ابھی ذہنی قوت مرضیوں کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہو کر انہیں صحت بخش دیتی ہے۔ اٹھاروں صدی کے آخر میں وان، سملٹن نے اس مصنوع پر سنجیدہ تحقیقات شروع کی اور اس نتیجے پر سخا کر انسانی جسم سے ایک حیات بخش یاں مادہ نیکلنا پڑا اور وہ قوت ارادہ کی مدد سے مرض کا قلع قلع کر دیا گیا۔ وان سملٹن کا بیان ہے۔ کہ پہلی بیان میں مذکور شد، اس مادہ ہر جگہ موجود اور کافرما ہے۔ البتہ وہ لوگ جو نئی دریافت کو شفیطان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ وہ اس کی قوت کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایک سو بر سو نک پھر تحقیقات کا سلسلہ بند ہو گیا۔ البتہ میں اسے میں ایک ایسا اقتدار نمودار ہوا۔ جس نے اس پر اسدار طریق علاج کے باہم میں ایک سائنسی نظریہ اختیار کیا۔ اور ۱۸۴۲ء میں MESMER کے نام سے ایک نئی سائنس وجود میں آگئی۔ اگرچہ مسمر کو ایک جیسوئیٹ اسکول میں پادری بننے کی تعلیم دی گئی تھی۔ مگر ابتداء سے اس کا رجحان، ریاضیات، طبیعتیات اور علم ہفتیت و بخوبی کی طرف تھا۔ اس رجحان کی بنا پر مسمر طب کی طرف رجوع ہو گیا۔ اور آخر اس نے وینا را اس طریق، کے طبق مدد سے ریڈیلیکل اسکول سے طب کی سند حاصل کر لی۔ ۱۸۴۵ء میں فرانز انٹون مسمر کو اس کے مقابلے

PLANETARIUM INFLUX D پر ڈاکٹری کی ڈگری ملی

اس مقابلے میں یہ دعوے کیا گیا تھا کہ کائنات میں ایک یا اس مقنایی مادہ پھیلا ہوا ہے۔ جو زہن اور جسم دوں پر اثر انداز ہونا ہے۔ اگر جسم انسانی میں اس مادے کا توازن بگڑ جاتے تو اُنیں بیمار پڑ جاتا ہے۔ مسمر کے اس نظریہ نے طبی اور علمی مطلعوں میں بڑی روپی پیدا کر دی۔ اور جیسوئیٹ فرنٹ کا

اک پادری (R.H.E) جو دیانا یونیورسٹی میں اس ادارہ شعبہ بخوبی ہونے کے علاوہ ملکی نیر پا یا خریسا کا درباری منصب بھیقا۔ مسر کے خیالات و بیانات سے محور ہو گیا اس پادری کا خیال تھا کہ اس مقناطیسی وقت کو شفافتے امراض کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ نیز پر کہ اگر ان انجمن کے مختلف اعضا کی شکل رشتہ ہاتھوں دیغڑے، کے مقناطیسی اجزاء بناتے جائیں تو وہ مقناطیسی اجزاء اپنے ہم شکل اعضا کو معجزہ ناطر لیتے پر شفا بخش دیتے ہیں۔ چنانچہ پادری نے چند مقناطیسی طکڑے مکر کو دیتے اور مکرنے اسکی مدد سے اپنے ایک مریض کا ایسا معجزہ من علاج کیا کہ اسے خود اپنے اس نظر سے کی صداقت کا یقین ہو گیا کہ کائنات میں جو مقناطیسی توانائی پھیلی ہوئی ہے اس کے ذریعہ مریضوں کو شفا بخشی حاصل کرتی ہے۔ بعد ازاں انہوں مکر پر انکشاف ہوا کہ شفا بخشی کے سلسلے میں مریض کے جسم پر ہاتھوں سے پاس کرنا بھی اتنا ہی ممکن ہے جتنا مقناطیسی کا استعمال اچنچھے اس نے "حیوانی مقناطیس" کا نظریہ پیش کیا۔ اور عویا کیا کہ وہ اپنے ہاتھ کے پاس سے مریض کے جسم میں اس مقناطیسی توانائی کو جو رفع امراض کا بسبب ہے۔ داخل کرنے کے سیاریوں کو تحسیں بخس کر کرنا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر جاندار نئے کو چھو کر اسے "مقنایا" رہنی مقناطیس زدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اس مقنایی ہوتی ہیز سے جس مریض کو چھو جاتے گا۔ وہ مقناطیسی اثر سے شفایاں ہو جاتے گا۔ سرویم پرٹ نے حیوانی مقناطیسیت کے، اس دعوے پر تدقید کرتے ہوئے کہ ہمیں نہیں علوم کا انسانی جسم اور ذی چیات اشیاء سے کوئی شفا بخشی برقرار رونکلتی ہے یا نہیں، البتہ یہ صحیح ہے کہ اس کا، مقناطیسی توانائی سے کوئی تعلق نہیں، مقناطیسی توانائی یعنی طور پر طبی سائنس کا ایک مسلم ہے۔ با ایں ہمہ مکر آج بھی اپنے

نظریہ کے ساتھ ہر جگہ نظر آتا ہے ڈاکٹر مسمر نے بہت جلد تخلصے امراض کے میدان میں شہرت حاصل کر لی۔ اور اس نے جب میونخ اکاڈمی آف سائنسز کے فابیج زدہ ڈائرکٹر کو اپنے علاج ہے اچاکر دیا تو اس کی شہرت لفظ عربج کو چھوٹے لگی۔ پھر اس نے ایک دوسرے پروفیسر کی کمزور بینیائی کو بجاں کر دیا۔ مگر حصہ لے گماں ہیز ہے کیا کہیے؟ خود مسمر کے رفتارے کار اس کے خالف ہو گئے۔ اور انھوں نے ان نظریات کا بے نحاشاش اذائق اڑایا۔ اور حکومت کو مجبور کیا کہ وہ اس طریقہ علاج پر بائندیاں عائد کر دے مسروں دل تنگ اور دل برداشتہ ہو گیا۔ اور دیانا سے پیرس چلا گیا۔ اور وہاں بھی جلد ہی مر جع خلان بن گیا۔ اور اسے مقناطیسی طریقہ علاج نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ بہت جلد پیرس اور ملک کے دوسرے حصتوں میں ہزاروں مقناطیسی سلب اور مقناطیسی سوسائٹیاں وجود میں آگئیں میں ایک دیانتہ اور مختصر انسان تھا۔ بحث یہ نہیں کہ اسکا نظریہ سائنسی اعتبار سے غلط تھا یا صحیح۔ وہ مگر پھر اس بات کی کوشش کرنا رہا۔ کو علمی حلقوں کے طریقہ علاzen کا رائمنس مطالعہ کر کے کوئی رائے قائم کرے اُختر مسمر کے مخالفین کی کوشش سے ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا۔ اس نے مسمر کو اپنے طریقہ کارکار مظاہرہ کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ دوسرے لوگوں کی روپرٹس اور بیانات کی روشنی میں ایک روپڑ مرتباً کے مسمر کے دعوے کو غلط قرار دی دیا۔ یہرتوں ناک امر ہے کہ یہ کمیشن فرانس کے پادشاہ رائل داں ۱۷۵۰ء (KING) کے حکم سے قائم کیا گیا تھا اور پادشاہ خود "رائل پرنس" کے ذریعہ ہزاروں مریضوں کا علاج کر چکا تھا جن میں صرف پانچ شفایاں ہوتے تھے۔ فرانسیسیوں کے طرز عمل سے

مالیوں ہو کر مسمر ۲۵۷۳ CE چلا آیا۔ جہاں وہ زندگی بھر غریبیں
 کا علاج کرنا رہا۔ مسمر کی شہرت سن کر پروشیا کے ناجدار نے اسے برلن طلب
 کیا۔ مکر حرماء زدہ مسمر نے شاہی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تب
 شاہ پروشیا نے مشہور ڈاکٹر کارل والفرٹ کو مسمر کے پیس بھیجا تاکہ وہ مسمر کی
 کی باضابطہ تربیت حاصل کرے۔ بعد کو ڈاکٹر کارل والفرٹ کو برلن آ کاڑی میں
 میں فنِ مسمر نیم کا استاد مقرر کیا گیا۔ اور اسی کی زیر نگرانی ایک "متھنا طیبیں"
 شفاخانہ قائم کیا گیا۔ جس میں یورپ کے مشہور ڈاکٹر آگر اس نئی سائنس کی تعلیم
 و تربیت حاصل کرتے تھے۔ مسمر کا انتقال ۱۸۱۵ء مارچ میں ہوا۔ ایک سو بائس سو
 سال قبل کو ہو گیا۔ لیکن اس نے جس پرانے طریقے علاج کو نئے انداز اور نئے
 نظریات کے ساتھ فراغ دیا تھا۔ اس کی چمک دمک مانند نہیں پڑی۔ مسمر
 کے شاگرد PUYSEGUR MARCUS DE اس نے مسمر نیم کو مزید
 سنتی انداز نظر بخشنا۔ اسے اساد کا خیال تھا کہ علاج کرتے وقت جب
 اُنک مریض پر بجرانی یا اعضا میں انتہی کی گیفت طاری نہ ہو۔ شفا کا حصول
 ممکن نہیں۔ میگر مارکوستیس کے خیال میں گھری نیند یا بے خودی کی گیفت
 شفایا بیک کے لئے کافی لھتی اور یہ کہ مریض پر نیم خوابی کی گیفت اس کے
 عقیدے اور اراضی سے طاری ہو جاتی ہے۔ یہ ایک مضم کی مصنوعی نیند
 ہے۔ اور اس حالت میں معمول یا مریض کے نقصوات و اعمال سو کنٹرول کیا
 جا سکتی ہے۔ نیز یہ کہ مصنوعی نیند ختم ہو جانے کے بعد مریض کو قلعایا و
 نہیں رہتا کہ دران خواب اس نے کیا ہے اور کیا سنتا تھا۔ اس زمانے میں
 پرنسکال کے ایک رہب ABBE FARIA نے ہندوستان کا سفر کیا اور
 وہاں سے یہ بن سیچھ کر آیا کہ کس طرح کسی شخص پر پلک چھپ کاتے بغیر

نظریہ جانے سے اے سلا بجا لکھا ہے۔ اس راہب نے یہ بھی اعلان کیا کہ معمول پر بے خودی کی جو گیفیت طاری ہوتی ہے۔ اس کا سبب کوئی "مقدا طیسی سیال" نہیں، جو عامل کے جسم سے نکل کر معمول کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ بلکہ خود مذہب یا معمول کے نفس میں ایک داخلی ترکیب ہوتی ہے۔ جبکی بناء پر اس کا شعور معطل ہو جاتا ہے!

"مسکر نیم" یا "حیوانی مقدا طیسیت" کی ترفی و توہین سع کا خاص نام تھا۔ اور لوگ بہزار ذوق و شوق اس نئے طریق علاج کو سمجھ لے ہے تھے چنانچہ جرمی میں، دینیات کے طلبہ کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ بھی شفا بخشی کے اس طریقے کی تعلیم حاصل کریں۔ مگر مسکر نیم کی یہی قبولیت عامہ انجام کا ر اس کے فرع میں حاصل ہو گئی۔ کیونکہ ہزاروں جعلی معاونج مانہر من مسکر نیم بن کر میدان میں آگئے تھے۔ اس صورت حال نے سائنس، اداز فن رکھنے والے معاویج میں کو اس طریق علاج کی طرف سے مایوس کر دیا۔ ۱۸۲۰ء میں فرانس میں مشہور ڈاکٹر ایکن زینڈر بر رانڈ نے ایک مضمون میں یہ نظریہ پیش کیا کہ حیوان مقدا طیسیت اور سیال توانائی کے تمام نظریات غیر علمی ہیں۔ یہ صرف ترغیب کی قوت ہے۔ جو معمول پر مضمونی نیند طاری کر دیتی ہے۔ اور ترغیب، یہی کے ذریعہ معمول کے اغضا کو بے جس بنا یا جاسکتا ہے۔ تاکہ وہ کسی درد و کرب کو محسوس نہ کرے۔ ڈاکٹر ایکن زینڈر بر رانڈ نے یہ بھی دیکھا عامل و معمول کے درمیان ایک تخفی رابط قائم ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ بعض حالات میں ترغیبی عمل کے ذریعہ معمول کے اندر کشف اور روشن صیری کی صلاحیت کا رفرما ہو جاتی ہے۔ ایک زینڈر بر رانڈ نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ عامل کا تصور اسے نفظی حکم کے بجائے

معلم پر زیارہ اثر انداز ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے دل ہیں کچھ اور خیال قائم کیا اور معمول کو الفاظ کے ذریعہ کچھ اور ترغیب ہی تو جنگل نے لفظی ترغیب پر عمل کرنے کے بجائے اس حکم پر عمل کیا جو جنگل نے الفاظ کے ذریعہ ادا نہیں کیا تھا۔ بیرن ڈی پورٹ نے فرنچ اکاڈمی کے روپِ بینسر در عمل جرأتی کا تجربہ کیا۔ اور یہ بھی ثابت دیا۔ معمول کتنے ہی فاصلے پر کبیوں نہ ہو۔ اسے صرف قوتِ ارادہ سے "مسکراڑو" کیا جاسکتا ہے اس پر تنزیہ کی نیند طاری کی جاسکتی ہے، فرنچ اکاڈمی کے علاوہ بیرن ڈی پورٹ کے تجربے سے بے حد متأثر ہوتے۔ اور انہوں نے مسمر زیم کے مابین میں ایک ہمدردانہ رپورٹ شائع کی۔ اس رپورٹ نے ایک مرتبہ پھر مسمر زیم کے طریق علاج کی ضائعت شدہ ساکھ کو بحال کر دیا۔ ۱۸۳۷ء میں بیرن ڈی پورٹ نے انگلستان کا سفر کیا۔ اور انگریز ڈاکٹرز کو اس نے تے طریق علاج کی خوبیاں بھاپیں۔ مشہور پر طائفی سرجن جان ایلیٹ سنر (Dr. John Elley) ان بیانات سے سے بے حد متأثر ہوا۔ اور اس نے یونیورسٹی کا بیچ میں مسمر زیم کے ذریعہ کامیاب علاج کے کمی تجربے کئے۔ ایلیٹ سن نے مسمر زیم کو اعصابی امراض کے علاج اور تخدیر راعضا کو سن اور بے حس کر دینا، کے سلسلے میں بحید مذیند پایا۔ یہی انگلستان کا طبی حلقة اس پر امداد طریق علاج کو تسلیم کرنے پر تیار رہ تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر ایلیٹ سن نے عاجز آگر بطور احتیاج یونیورسٹی کا بیچ اور اس کے ہسپتال سے استغفاریہ دیا۔ آخر ایلیٹ سن نے اپنا ہسپتال الک قائم کر کے تنزیہ طریق علاج کو روانہ دینے پر اپنی ساری توشیشیں مرکوز کر دیں۔ اس زمانے میں مسمر زیم کی نظریات کی تبلیغ کے لئے ایک

رسالہ ۲۵۱۲ کا اجرا کیا گیا جس میں خبب ذیل موصوّعات پر خصوصیت کے ساتھ بحث کی جاتی تھی مسرنیم کے اعلیٰ منظاہر۔ مسرنیم اور رشیش ضمیری بعید ترین فاصلوں پر مسرنیم کے ذریبہ اثر اندازی۔ مسرنیم کے ذریعہ کشف القلوب (تخالش رویڈنگ) ایلیٹ سن نے اس موضوع پر جو لڑکپر مرتب کیا تھا۔ اس سے کلتئے میں ڈاکٹر جیس (DAILEY) بے حد متاثر ہوتے اور انہوں نے نئے طریق علاج کے مطابق مرتضیوں کے ماؤف اعضا کو سن کرنے سینکڑوں کامیاب عمل جبراہی کئے جس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوتے۔ یعنی عملیات جرأتی میں ہلاکت کی شرح دس نیصد لم ہو گئی۔ یا ایں ہمہ پیشہ ور معاجمین نے جیس ایسٹیل کو بھی نہ بخشا اور طبی رسالے LANCET نے مسرنیم اور اسکے معتقدین کا مذاق اڑانے میں کسی پس و پیش سے کام نہ دیا۔ لین بیٹ رسالہ کے الفاظ میں "یہ ایک چار سو بیس کا کاروبار ہے۔ جس سے آتا اور آٹا ہی حکم جاہلوں کو رحمت بنتاتے ہیں۔ سو سٹر لینڈ کے ایک ماہر مسرنیم (LAFONTAINE) کو اٹھی میں اس نبا پر گرفناہ کر دیا گیا۔ کہ یہ جادو نما طریقہ علاج۔ حضرت عیسیٰ کے اعجاز شفایتی کی عبارانہ نقل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پیشہ ور ڈاکٹروں کی طرح اس زمانے میں کلیسا کی طبقہ بھی مسرنیم کی مخالف ہیں پیش پیش تھا۔ آخر پیچا کے معانع کو اس وعدے پر رہائی نصیب ہوتی کہ "آئندہ (مسرنیم) کے ذریعے ندوہ کسی اندھے کو بینا تی بخشنگ کا نہ کسی بہتر کی سماحت بحال کرے گا۔" میں لوفن ڈائن رسویٹر لینڈ کے ماہر مسرنیم نے انگلستان کا دورہ کیا۔ اور بریتانیا میں کمال فتنے کے منظاہرے کئے۔ ان منظاہروں نے مانچہ کے مذاق سرجن "جیسین پیٹ"

کو حیرت زدہ کر دیا جیس بڑی کس ارادے سے لومنڈاٹن کے جلسوں میں شریک ہوا تھا۔ وہ فریب اور فرادٹ کے اس کاروبار کا پردہ چک کرے اور خلق خدا کو اس شخصی سے نجات دلتے جیس بڑی مسخرزم کے منظاہر کی صداقت پر تو بقین رکھتا تھا۔ لیکن مسمر کے نظریات رحیوانی مقناطیسیت اور سیال شفابخش مادہ، کامنگ تھا۔

کلور فارم کی ایجاد

جیس بڑی نے بذاتِ خود مسخرزمی طریق علاج کے منفرد تحریبے کئے۔ ان تحریبات سے اسے معلوم ہوا کہ معمول پر جو کیفیت، طاری ہوتی ہے۔ اور اسکی شفایابی جس قوت کا کشمکش ہے وہ درحقیقت ایک باطنی حالت ہے۔ جو تزعیب سے انسان کے اندر پیدا کی جاسکتی ہے اور یہ کہ ان منظاہر کا کوئی تعلق کسی مقناطیسی تو نہیں تھا۔ مسخرزم کی اصطلاح بعض حضرات کے لئے ناؤوار تھی۔ جیس بڑی نے ہپناڑم کی اصطلاح ایجاد کی۔ روزنائی زبان میں نیند کو دیوہ (Dew) کہتے ہیں) جیس بڑی کا خیال تھا کہ معمول پر جو حالت بے خودی طاری ہوتی ہے وہ ایک فیض کی نیند ہے بعد کو اس نے اپنی رائے اور ہپناڑم کی اصطلاح تبدیل کرنی چاہئے۔ مگر وہ ناکام رہا۔ شروع میں اس کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ معمول کو ہدایت طاری کر دیتا تھا وہ کسی چمکدار پیز پر نظریں مرکوز کر دے اور پھر اسے سونے کی ترغیبات دیتا تھا۔ لیکن ایک مرتبہ کسی اندھے ملین سے اس کا سابقہ پڑ گیا۔ ظاہر ہے کہ اس معاملے میں نظریں جماں بننے کا سوال ہی نہ تھا۔ دُاکٹر جیس بڑی نے صرف نفی

ترعیبات کے ذریعہ اس نایبنا مرلیف پر تنوبی نیند طاری کر کے ثابت کر دیا کہ بپ ناسنزا تنوبی نیند کے لئے کسی چمکدار حیثیت پر نظریں مرکوز کر دینا ضروری نہیں۔ ۱۸۲۸ء میں ڈاکٹر بریڈن نے کوشش کی کہ وہ برطانوی اجنب ترقی سائنس کے طبقے کے اجلاس میں "تنیزم کاری" ر مقام پر حصے لیکن اجنب کے عہدے والوں نے حقارت کے ساتھ اس پیش کرش کو ٹھہرا دیا۔ جیسیں دل شکست نہ ہوا۔ اس نے بعض علم و ست ڈاکٹروں کو مددو کر کے تنیزم کاری پر اپنا مقابلہ پڑھا۔ جس طرح ڈاکٹروں کی اکثریت جیسیں بریڈ کے پیاناٹزم کی مخالف تھی۔ اس طرح ڈاکٹر فراز آمن میر کے معتقدین کا ایک گروہ بھی جیسیں کے بیانات کی شد و مرد سے تربید کرنے میں پیش پیش تھا۔ ان منکریں پیرن وان ریخن باخ (REICHEN BACH) پیش پیش تھے ان کا خیال تھا کہ بول کی بعض اقسام۔ نیز مقنایی شیا اور انسانی احیام میں ایک حیرت انگریز قوت رجے اس نے - ۱۸۲۵ء FORCE - کامام دیا تھا۔ پیدا ہو جاتی ہے۔ بھی قوت حیرت انگریز سرکشمون کا سبب ہے۔ ریخن باخ کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ بعض شدید لاحق لگ اندھیرے ہس ایک خاص قسم کی روشنی کو دیکھ سکتے ہیں۔ جو مقنایی سے نکلتی ہے ۱۸۲۸ء میں کلوروفاگن نامی یہوشی کی دوا ایجاد ہوئی اور اس دوا کی ایجاد نے پیاناٹزم کی تزویج کو شدید نقصان پہنچا، کسون کڑا ب تک لوگوں کو یہوش کرنے کے لئے تنوبی ترعیبات استعمال کی جاتی تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک پیچیدہ عمل تھا۔ کلوروفاگن کی ایجاد اور علم استعمال نے کم سے کم ایکستان میں تو تنیزم کاری کی تحریک، کو قریب قریب معطل کر دیا۔ البتہ براعظم ایوب میں پیاناٹزم کا واحد ترقی پذیر تھا

فرانش بیس نامنی ر ۲۲۸۸) اسکول کے دو اساتذہ یوبالٹ اور برن ہم نے
متعدد تجربات سے ثابت کر دکھایا کہ تنزیمی مظاہر کی اصل نفیاتی ہے اس
زمانے میں تنزیم کاری کا فن مختلف مراحل سے گزر رہا۔ تا انیک ۱۸۸۳ء میں
انگلستان میں تحقیقات نقی کا مشہور ادارہ SOCIETY FOR THE
P.R.C.H. RESEARCHES - قائم ہوا اس میں اپنے وقت کی
بعض مشاہیر علماء شریک تھے۔ اس ادارہ کے دائرة کاری میں انہیں مظاہر
اور واقعات کی تحقیق شامل تھی۔ جنہیں خارق العادات تصور کیا جاتا ہے
منشاء مسیر نیم حاہرات ارواح، طبی مبینی اور کشف وغیرہ اس ادارے کے
ارباب تحقیق نے سب سے پہلے "ہپنا ڈرم" کے مظاہر PHENOMENA
پر اپنی توجہ مبذول کی۔ اس سلسلے میں ایف ڈبلو میرس اور ایڈمنڈ گرنی
کے نام نامے قابل ذکر ہیں۔ ایڈمنڈ گرنی (GURNEY) کے کام پر
مشروع تشریف ہیں، بے اعتباری کا انہمار کیا گیا۔ مگر کے معلوم تھا کہ اس شخص
نے تنزیم کاری پر جو تحقیقی مواد جمع کر دیا ہے۔ وہ آئندہ چل کر غمغتل
ذہنی کیفیات (ایب نارمل منشل اسٹیٹ) کی نفیات کی بنیاد پر خاتم کیا
گرنی کی فراہم کردہ شہادتوں سے فریڈرک میرس (Frederick Miers) نے جو نظریت
اخذ کرتے۔ وہ نہ صرف طبی دنیا بلکہ علم النہیں کے لئے بھی نارتھ ساز اہمیت
رکھتے ہیں۔ میرس نے انسانی نفس کے مکنات پر حیرت انگیز طور پر دقيق روشنی
ڈالی ہے۔ عین اس زمانے میں سکنڈ فرانڈ مشہور معاون نفیات اور مکتبہ
تخمیل نفی کا باñی، ویانا میں تنزیم کاری کے ذریعے اپنے طبی معقولات میں
مصروف تھا۔ اس نے متساہ فرانسیسی عالم شارکوٹ سے تنزیمی تعلیم حاصل کی
تھی۔ زائد کو محسوس ہوا کہ ہر شخص پر تنزیمی ترغیبات اثر انداز نہیں ہوتی۔

تب اس نے "پن اسٹر" کا استعمال ترک کر کے اپنا مخصوص طریق علاج R ۵۱۰۷۴۵ - ANALYSIS - ۲۵۷۴۰) ایجاد کیا۔ لیکن فرانڈ کا طریق علاج (تحلیل نفسی) بڑا وقت طلب اور دیر طلب تھا۔ اور اس کے مفید نتائج پانچ سال میں نکلے تھے۔ بعد کو فرانڈ نے اتر اندر کی تنقیم کاری مختصر طریق علاج کی چیزیت سے کافی اہمیت رکھتی ہے۔ آخذ کیتیں کم سے کم ایک سو سال کے بعد برش میڈیلکل ایسوی اینش کی مقرر کردہ کمیٹی نے محضاظ جانچ پرہنال کے بعد یہ راتے قائم کی کہ بے شک تنقیمی علاج ایک حقیقی مددی اور قابل قبول طریق شفا بخشی ہے۔ ۱۹۰۴ء میں بمقام پیرس ایک اسٹرنیشن کانگر بس آٹ ہپنیا ٹرم "منعقد ہوئی۔ جس نے برش میڈیلکل ایسوی اینش کی راتے کی نایدیدگی اور اعلان کیا کہ ہپنیا ٹرم کے تجربات و نظریات خاص سائنسی بنیاد پر مستحکم ہیں۔ ان اعلانات نے جو میاز سائنس دانوں اور مشہور ڈاکٹروں کی طرف سے کئے گئے تھے۔ ایک مرتبہ ہپنیا ٹرم کی ذرا موثر کردہ ساکھو کو بحال کر دیا یہ ہلکی جنگل عظیم پس بھوں کے دھماکے سے خوف زدہ سپاہیوں اور جنگ کے مصائب سے ماوں نفیا تی مرضیوں کا علاج کامیابی کے ساتھ۔ تنوبی ترغیبات کے ذریعے کیا گیا دوسری صورت ہیں ان کی ذہنی بھالی کی کوتی شکل نہ تھی۔ دوسرا جنگ عالمیگر کے دوران تنوبی طبیعی طریق علاج (LUMA THERAPY NO ۷۴۸۳۵) کا استعمال بکثرت کیا گیا۔ اور آج صحت کے ہر گوشے میں تنوبی شفا بخشی کے اتنا کوتیلیم کر دیا گیا ہے۔ مخصوصی نفسی امراض، اعصابیے بیماریوں نیز دنzan سازی وضع حمل، نوائی شکایات اور جلدی تکالیف (Dermatology) کے ازالے میں تنقیم کاری کی الہیت اور اہمیت

سلسلہ ہے۔

ہپناٹزم کے متعلق ایک عام غلط نہیں یہ ہوتی کہ تنوبی نیند بھی عام طبعی نیند کے مشابہ ہے۔ اس غلط نہیں کا سبب یہ ہے کہ عاملِ تنہیم معول کو یہ ترغیب دیتا ہے کہ اچھا ہے تم پر نیند طاری ہو رہی ہے، گہری نیند "خرشکوار نیند اور پر سکون نیند" اور معولِ واقعی این ترغیبات کے زیر اثر حالت بیماری سے طاقت خواب میں چلا جاتا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ عام طبعی نیند کو ترغیبات کے ذریعے تنیم میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اور اس حقیقت میں بھی شبہ نہیں کہ اگر تنہی بھی معول کو اس حال پر چھوڑ دیا جائے۔ چھپڑا جاتے تو اسی تنیمی نیند انجام کار طبعی نیند میں تبدیل ہو جاتی ہے اور فترتہ جیسی بردیڈ کو جس نے ہپناٹزم کی ایجاد اصطلاح کی ہوتی۔ متعدد تحریرات سے اندازہ ہوا کہ تنیمی کیفیت اور طبعی نیند دو مختلف چیزوں ہیں۔ طبعی نیند روانی کے بعض کیمیا دی عملیات کے پیشے میں پیدا ہوئی ہے اور تنیمی کیفیت ایک باطنی تحریک ہے اس فرق کے پیش نظر جیسی بردیڈ نے ہپناٹزم رجس کے معنی نیند کے ہیں۔ اگر اصطلاح کو ترک کر دیئے کی کوشش کی۔ مگر کہ رابع الرقت کو کون منوخ کر سکتا ہے۔ عام سوتے ہوتے اور اور تنیمی معول کی کیفیات میں نمایاں رشتہ ہوٹا ہے۔ خوابیدہ انسان اپنے ما قول کے تنیرات سے بالکل بے خبر ہوٹا ہے۔ اور اگر آپ اسے مخفی کر دیں گے۔ تو وہ کوئی جواب۔ نہ دیکھا۔ لیکن تنہی بھی معول ہر ترغیب سے اثر پذیر ہو گا۔

اور اس عالم میں، وہ ان تمام ہدایات پر عمل کرے گا۔ جن پر عمل کرنا صدر جو
چھپیدہ اور پریشان کرنے ملکے ہے۔ طبی اور سائنسی تحریقات سے بھی اس
فرز، کو، نایید ہوتا ہے۔ تزویجی، حالات میں، ان ان کو، ادعیا کو، حرکات

(REFLEXE) دہنی ہوتی ہے جو بیداری کے عالم میں، مگر
گہری، نیند میں، ان عکس کو، حرکات میں شامل ہو جاتی ہیں۔ نیند میں بسم کی برقة
مقادیرت بیداری سے دس گناہ امد ہو جاتی ہے۔ لیکن تزویجی، حالات پر
وہ مارہوتا ہے جو بیداری میں، طبی۔ الیتہ خابہ، (زادہ)، نیز (نیزی)
رہنما۔ میں (یہ کیفیت سوتے میں، پیدا ہونا ہے۔ طبی، نیند اور تزویجی
کھصیت، درجن، مل جاتی ہیں۔ خواب خرائی کہتے ہیں کسی سوتے ہوتے اور
پر تزویجی، حالات، طاری، ہوابانے کو۔ اس، حالات میں، خوابیدہ آدمی، بستر سے
اٹھتا ہے۔ بہت سے کام انجام دیتا ہے۔ اور پھر سو جاتا ہے۔ صحیح کوئے
ایو ٹھوٹ نہیں، رہتا اک وہ سوتے میں، کیا کیا کر چکا ہے، میں اعتراف، کریبا
پاہنچتے کہ فی الحال، ہم تزویجی، حالات، کی نوعیت سے بخوبی، واقف، نہیں، بہت
و تصدیقیت کے ساتھ اصرفت، ایک بات، کہی جائے گت ہے کہ تزویجی، حالات، شدید
ترین، کیفیت اثر پذیری، کو کہتے ہیں۔ یعنی ذہن کی وہ ریت، حالات، جب
ہر اشارہ، ہر حرکت اور ہر لفظ ایک قدر، تحریک بننے کو نفس پر غالب،
آداتا ہے۔ اور آدمی اسکی تعجبیل، پر خود کو محبوب ریا ہے۔

اثر پذیری، کی خاصیت ہر ان میں، قدر، ای طور پر موجود ہوتی ہے
لیکن اس کا انہصار، خاص حالات میں ہونا ہے۔ ہپنائیزم کا عمل
اثر پذیری (زادہ، نیز، زادہ، نیز) کی اس انسانی خصوصیت کو برائیگزین
کر دیتا ہے۔

رنگ بیل، مذہب تہذیب اور فرقے کے امتیاز کے بغیر ہر انسان ڈھکی
 چھی اور کھلی ترغیبات اثرات بتوں کرنے پر محصور اور مشروط ہے۔ مگر کیا
 ناقابل بقین صداقت ہے کہ اعتقادِ عام کے بخلاف عورتیں مردوں کے
 خلاف کم اثر پذیر ہوتی ہیں۔ یاں یہ بحث ہے کہ زماںِ حمل میں عورتوں
 کی اثر پذیری اور ترغیب پذیری کی کیفیت، میں شدید اختلاف ہو جاتی ہے۔
 بالغوں کے مقابل پھوٹ میں یہ صلاحیت، واضح طور پر کار فرما ہوتی ہے۔
 البتہ بوڑھوں میں ترغیب پذیری کی صلاحیت کم موجہتی ہے! ہمارے زندگی
 بھر کے تجربے، لاشوری میں ترغیبات، میلانات اور یہ جانات کے ایک
 نہایت پچھیرہ مگر منظم زنجیر کو وجود میں لے آتے ہیں۔ اور انسان
 کے تمام اعمال و نظریات پھر اسی لاشوری نظام کے اشارے پر کام کرنے
 لگتے ہیں۔ اگر انسان کے سائے کام عقل و استدلال پر مبنی ہوتے
 تو ہم میشیں بن کر رہ جاتے۔ اقدام عمل اور سپل کاری پر کی جو رات سے
 ہمیشہ محروم رہتے صدی ہے کہ میں اس وقت جب ہم و عقل کی روشنی پر
 ہم کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں۔ تب یہی لاشوری ترغیبات، ہم پر اثر
 انداز ہوتی ہیں۔ یعنی ہر خالیں عقلانی اور منطقی اقدام کے پہلو پہلو لاشوری
 محکمات کا رفرما رہتے ہیں۔ ہمارے تمام جذبات، محبت، نفرت، خوف
 الغرض تمام امیڈیں مایوسیاں، مذہبی ذینی اعتقادات اور تعصبات
 ہمارے تمام عقلی تقاضوں کو ابراً نہ کر دیتے ہیں۔ آپ خود لپٹے تمام
 اعمال و نظریات کا جائزہ لیجئے۔ خود اندازہ ہو جاتے گا کہ ان کے
 پس پشت کس طرح نقش میں ہاگزیں ترغیبات، اپنا کام کر رہا ہے۔ یہ
 انتہا یہ ہے کہ تجربی علوم اور سائنسی عمل سے تعلق رکھنے والے حضرات

بھی بعض اوقات پانے ریاضیاتی منطقی اور سائنسی فارمولوں کی تشكیل
پس بھی اپنے باطنی رجحانات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ یعنی اسی طرف
ان کا تفکر رہ نہیں کرنا ہے جس طرف ان کی باطنی خواہش دامن گھنپتی
ہے اُسی کو ووٹ دینے کا سوال ہو یا ازار سے کسی شے کی خریداری کا
مسئلہ بغرض ہر قبضہ پر پاگنڈے، اشتیار بازی اور ترغیب دہی سے
ہوا ہے۔ عہدِ جدید پر اساتذہ، دہی کی تکنیک معراجِ کمال کو پہنچ
گئی ہے۔ صحافت کے تمام شعبے، اشاعت کے تمام ذرائع اور ابلاغِ علم
کے تمام وسائل، رہی ڈی وی سے نے کریمی ایشیخ تک (صرف ایک ہی مقصد
کے لئے وقف، میں۔ اور وہ مقصد ہے لوگوں کو "اثر پذیر" بنانا، رائے
عامہ کو مناشر کرنا اور معاشرے کی پسند ناپسند کو تنیم زدہ (ہمپناہ اڑزو)
کر دینا!

فرمیدیک میر کا بیان ہے کہ
ترغیبِ تلقین، ایسا۔ ہدایتِ حکم، محشنا، اس، کامیاب، اپلی
کو کہتے ہیں، جو انسانی لاشعور سے کی جاتی ہے۔ اس، اپلی، کے ذریعہ
ان موزوں ذہنی حالات کو پیدا کیا جاتا ہے۔ جن حالات میں، تنزیبی منظاہر
روزناہ ہوتے ہیں یعنی تنقیبی کیفیت وہ مخصوص حالات ہے جو نفس کی
بعض غیر معمولی منظاہر کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ خداون منظاہر کو تخلیق
نہیں کرتی۔ عام لفظوں میں یوں سمجھتے کہ جب آدمی پر تنزیبی حالت
یا شدید اثر پذیری کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تو وہ ڈرامائی طور پر مغل
کر کے تنوبی، منظاہر کو جنم دیتا ہے۔ یہ کہنا حق تباہی میں ہے کہ ترغیب، وہ
نعروہ ہے جس کو سننے کھوڑوڑ کے میدان میں کھوڑے بھاگنا شروع کر

دیتے ہیں یعنی ترغیب ایک اشارہ ہے غیر معمولی، لاشوری عمل کا! اسے علاوہ کچھ نہیں۔ تنہ بھی مظاہرہ تنیم کا رپیدا کرنا ہے نہ ترغیب۔ بلکہ خود معمول کا نفس پیدا کرنا ہے۔ بشرطیک اسکے لئے عمل کامزوں میدان فرائم کر دیا جاتے! معمول پر عامل کی ترغیب، اوقتن کا میادا، سے اشانداز ہوتی ہے۔ جب وہ اغفار و توفیق کے ساتھ اسے قبول کرے یعنی اسے لینیں، تو کہ ترغیب حقیقی اور اصل ہے۔ اور یہ توفیق بھی کہ اس ترغیب سے وہی نہایت پیدا ہوں گے۔ جن کی خواہش اور ضرورت ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے، پہلے کہ ترغیب کی دو شکلیں، ہیں۔ (۱) وہ ترغیب جو آپ خود اپنے کو دیں۔ آٹو سجشن (۲)، وہ ترغیب جو کوئی دوسرا آپ کو نہ یعنی ہر قوہ سمجھتا۔ لیکن یہ سرت، لفظی تقتیم ہے۔ کیونکہ انعام کار دوسروں کی دی ہوتی ترغیب بھی خود ترغیب ہی کا آپ دھالیتی ہے جب آپ دوسرے کی ترغیب کو قبول کرتے ہیں۔ تو وہ کوئی خود آپ کی اپنی ترغیب بن جاتی ہے۔ لیکن ہر ترغیب کے موثر ہونے کی شرطیہ ہے۔ کہ آپ کا تصور و تخيیل اس سے متاثر ہو۔ اگر وہ ترغیب تصور و تخيیل کو محترک نہیں، کردن تو ساری کوشش بیکار ہے اس ادار کھٹتے کہ جب بھی تصور اور ارادے میں زور آزمائی ہوگی یعنی آپ کا تصور کچھ ہوا اور ارادہ کچھ اتواراہ کو شکست ہوگی اور تصور کو کامیابی!

جہاں خود ایک تصور ہی مگاہید وست

جہاں پہ کوئی تصور، حکمران، تو نہیں

اے ایک مثال سے سمجھئے آدمی، اسانی زندگی، پر ایک تیگ ترین بیباڑیکریا خامنا راستہ، سے گزر سکنا ہے۔ جو رسی کی برا پڑھوڑی

ہو۔ لیکن اگر اسے متعاق رہی پر حلنے کے لئے کہا جاتے تو ارادے کی تراجم ترقوت کے باوجود وہ زینت پر قریب ہے گا۔ کیونکہ اسکا تصور یہ ہے کہ زینت سے چند فٹ بلند رہنا پر چننا ممکن نہیں۔ حالانکہ زینت پر کھنپنی ہو تو) بیکار اس سے بھی زیادہ قابلی ہے۔ باہم وہ اس پر چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا اسے کہتے ہیں۔ "قانون سمعیٰ فعالیت"، "رلائیف لایو سٹ ایفیٹس" یا یہ کہنا اک سرف کمزور ذہن کے لوگ، ترغیبات سے مذاہر ہوتے ہیں خود رفت پیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی ذہن، طور پر جس قدر متوازن اور پرلاز تخلیل ہوگا وہ آناری عمدہ تنفسی معمول ثابت ہو گا۔ ہاں کمزور ذہانت اور مغلوب ارادہ رکھنے والے لوگ مشکل سے "ہپنا تردد" ہوتے ہیں۔ نہ برس شخص پر یکساں تنہوں کی یقینت طاری ہو کر رکھا ہے۔ بہت سے لوگ ذاتی کوشش اور دوسروں کی ترغیب دی کے باعصف، اپنی توجہ ایک نقطہ پر مرکوز اور مبذول نہیں کر سکتے اور بہت سے لوگ یہیں کہ ذرا سی کوشش سے خیال کو ایک نقطہ پر جما دیتے ہیں۔ آدمی جس قدر ذہنی طور پر سکون ہو گا۔ ارتکاز توجہ (دیپن) - CONCENTRATION - ۳۱۵ نہیں۔ میں آپنی ہی آسانی ہو گی۔ پر سکون ذہن کے لئے پر آرام جسم ضروری ہے۔ اگر آپ کسی جسمانی کرب میں مبتلا ہیں۔ انقضایی تباخ کی سی یقینت ہے۔ یا کسی عضو میں درد ہو رہا ہے تو ممکن نہیں کہ آپ کسی ایک تصور کو کامیابی کے ساتھ قائم رکھ سکیں۔ ہی وہ ہے کہ تنہ بھی عمل ایسی جگہ کیا جاتا ہے جیاں کسی قسم کی خلل اندازی نہ ہو معمول کی نیشت، بالکل آرام وہ ہونی چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ معمول کو آرام سے ٹھاؤ جاتے۔ اور تاکید کا باتے کردہ پہنچ جسم کے کسی حصہ

کو بے آرام نہ ہونے دے۔ اگرچہ تنظیم کاری کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ معمول کو ترغیبی ہدایت کے ذریعہ تنظیم کی حالت میں لایا جاتے۔ لیکن عہد جدید کی شیئن ذہنیت نے تنظیم جیسے خالص باطنی عمل کو بھی شیئن سے نجتی کر دیا جاتے۔ اسے ہم میکانیک، پیمائشیم رتنظیم پذریعہ آلات ہے سمجھ سکتے ہیں۔

میکانیکی ہپنائٹزم

مختلف اوقات میں تنظیمی حالت طاری کرنے کے لئے مختلف آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً مشع کی لو، ناک کی جڑ، ناک کی چورخ پر نظریں جما کر تنظیمی کیفیت طاری کرنا بھی ایک مصنوعی طریقہ ہے یا "تنزہی آنکھ" پر نظریں گاڑ کر پلک جھپکاتے بیزیرے سے تندا اور اس طرح نیند کی حالت میں آجانا۔ بھی ایک رسمی تدبیر ہے۔ لیکن حقیقی معاجمیں تنظیم بے سے زیادہ اہمیت ترغیب، ہی کو دیتے ہیں۔ پریکی میں تنظیمی ترغیبات کے گرام فون ریکارڈ بناتے گئے ہیں۔ معمول ان ریکارڈ کی صدابند ترغیبات، سے حالت تنظیم میں آ جاتا ہے۔ کیا خواب اور دواؤں کے ذریعہ انسان کو تنظیمی حالت میں لایا جاسکتا ہے۔ اس موصوع پر کافی بحث اور اس طریقہ پر اکثر تحریفات کئے گئے ہیں۔ بعض ہپنائٹ معمول کو تھوڑا سا انکھی مشروب پلاکر اسے تنزہی نیتی دیتے ہیں۔ اور معمول حالت تنظیم میں آ جاتا ہے۔ بعض ماہرین تنظیم ہپنائٹ مازڈ کرنے سے مقابل معمول کے مارفہا کا انہکش رکاتے ہیں جن لوگوں پر ہی طریقہ عامل کی ترغیبات، اثر نہیں کرتیں۔ ان ہی سے

بعض صندی معمول کلوٹ فارم کے استعمال سے حالت عنودگی میں آجائے ہیں۔ نشہ اور دو اپن خصوصیت کے ساتھ ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۸ء ایکل کا استعمال بھی لوگوں کو سکون و استراحت کے عالم میں لے آنا ہر برطانیہ کے منازع ماہر تنظیم و تحلیل لفتشی ڈاکٹر اشیفین ہر سے نے رجوع نا کو اپنی لے سفر یعنی نشہ کی حالت میں تحلیل لفتشی کاموجدا اور اس اعتبار سے عالم گیر شہرت رکھتا ہے۔) متعدد تجربات نے ثابت کر دکھایا ہے کہ معمول کی حالت بیداری کو زائل کرنے کے لئے ۱۸۷۴ء (۱۸۷۳ء دی) رہا ۱۸۷۵ء۔ نامی گولی بے حد موثر ثابت ہوتی ہے۔ امریک میں قبور ازان اور روما زان رکھیا وی مرکبات اپر جو تجربات کئے گئے ہیں، تنظیم کاری کے ساتھ میں ان کے نتائج مفید و حجت بخش نکلے ہیں: ماہم آنچ بھی بعض ماہرین تنظیم ہرنشہ اور پر تحریر کے سے المکمل مشرب کو اس ساتھ میں ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سب میکانیکی ہنپاڑم (تنظیم بذریوں کا لاملا اور کیمیا وی تنظیم رتوں کی کیفیت دو اکے ذریعے طاری کرنا) کے طریقہ ہیں۔ تیکن اتنے بکھرے ہیں پڑنے کی کیا ضرورت ہے جب سن سکتے اور اڑ لکاڑ قوچم کے ذریبہ آدمی پر تنوبی کیفیت طاری کی جاسکتی ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ان ای لفشن کی تخفی صلاحیت تزییب کی برولت پیدا نہیں ہو پس بلکہ تزییب یا تنوبی عمل ایک تحریر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو ان تمام قوتیں کی بیداری کے لئے زہن ہمار کر دیتا ہے۔ بیلف پکھر ٹریننگ کورس (۱۸۷۵ء) یا لفساب تغیر تنظیم شخصیت کی مشقیں ذہن انسانی کے خارق العادات (سپرنارمل) مظاہر کی اس تیزی سے بیدار کرنی ہیں کہ خود عمل کرنے

والاجران رہ جاتا ہے۔
صلاح الدین ناصر رپاک گیٹ مدنان) لمحتے ہیں کہ

پر نارمل

میں آج سے ہن سال پہلے ایک خاتون کو ہبنا مائزڈ کیا کرنا تھا۔ وہ یہری مستقل معمول تھیں۔ ہفتے میں ایک بار نشست ہوتی تھی۔ یہ دیکھنا تھا کہ ان خاتون میں غیب بینی کی صلاحیت موجود ہے یا نہیں ابھی میسے تجربات ادھورے تھے کہ وہ پنے شوہر کے ساتھ جاپان چلی گئیں۔ ان کے شوہر اعلیٰ سفارتی ہمدوں پرنسپر از تھے۔ میرا تجربہ ادھورا رہ گیا۔ اب وہ یعنی سال کے بعد آئے ہیں۔ ان کی اہلیہ مصہد میں کہ دوبارہ وہ تجربہ شروع کیا جاتے میں تقریباً ایک ہفتے سے نڑا۔ انہیں ہبنا مائزڈ کر رہا ہوں میں انہیں یہ ترغیب دیتا ہوں کہ وہ اپنے جسم سے باہر نکل رہی ہیں۔ ان کے تجربات حب ذیل ہیں۔ (۱) یہ لیٹے ہی یہ لیٹے افتنی حالت میر، میرا جسم مثالی ہوا میں اٹھا اور پھر ایک مت کے بعد دھرم سے ولپ آکر خاکی جسم میر، جذب ہو گیا۔ میں اس تجربے سے ڈر گئی۔ (۲) ایک رات ایسا ٹھوس، ہوا جیسے میرا مثالی جسم ایک کھڑکی میں کھڑا ہے چند لمحے بعد غائب ہو گیا۔ (۳) یہ بھی ٹھوس ہوا کر آپ مجھے نفس عنصری (جسم خاکی) سے باہر نکلنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ (عامل کی طرف اشارہ ہے) مگر کافی گوشش کے باوجود جسم مثالی پسکر خاکی سے باہر نکل سکا۔ اردو گرد کی روشنی، اسکے راستے میں حائل تھی (۴) ایک بار ایسا لگا کہ میرا صرف چھرہ باقی ہے۔ باقی جسم غائب ہے۔

(۵) ایک باری یہ محسوس ہوا کہ جسم خاکی جسم مثالی کو دیکھ رہا ہے۔ مگر جسم مثالی جسم خاکی کو دیکھنے سے قاصر ہے (۶)، جسم مثالی دھنڈا دھنڈنا نظر آنا ہے۔ غور سے دیکھوں تو غائب ہو جاتا ہے۔ (۷) ابھی مجھ پر تنزیہ کیفیت طاری ہی ہر لئے بحقِ سُورج سے کئی گنا روشن گولہ آنکھوں کے سامنے آگیا جس سے آنکھیں چیندھیا گئیں۔ پھر گولہ مردم پڑ گیا پھر جگھانے لگا۔ بعد ازاں گھری تنزیہ نیند غالب آئی جسم مثالی نے ڈراز شروع کی۔ جیسے میں لاہور کے علاقہ گلبرگ میں موجود آتے ہاتھے آدمیوں کو دیکھ رہی ہوں، کون دیکھ رہا ہے۔ شای جسم نہیں خانی جسم! تنزیم کاری کے بارے میں چند اہم نکات ہمیشہ ذہن میں رہیں!

اہم نکات

عام خیال یہ ہے کہ کسی شخص کو اسکی مرضی اور ارادے کے بغیر "ہیناٹانزٹ" نہیں کیا جاسکتا۔ یہ چیز بطور کلیہ بیان کر جاتی ہے مگر ہر یکے میں کچھ استثناء بھی ہوا کرتے ہیں۔ اکفورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر اسوالد نے ایک کہیں سالہ خاتون کو اس کی مرضی اور ارادے کے بغیر ہیناٹانزٹ کر دیا۔ ہوا یہ کہ ڈاکٹر اسوالد اس لڑکی کی موجودگی میں ایک اور تخفی کو تنزیہ تزعیبات نے ہے تھے کہ اس لڑکی پر تنزیہ کیفیت طاری ہو گئی اور استغراق میں چلی گئی ڈاکٹر نے تنزیم زدہ لڑکی کو ہدایت کی کہ جب بھی قدم کرسی پر بیٹھ کر مجھے دیکھو گی۔ اور میں نالی بجاوں گا۔ تم پر ڈرائیں کی کیفیت طاری ہو جاتے گی۔ لڑکی جب بیخودی کے عالم سے باہر آئی تو ڈر گئی اور اس نے کہا کہ ڈاکٹر اسوالد سے کہا کہ میں آئندہ

تم سے علاج نہیں کراؤں گی۔ ایک روز رُکی کسی دوسرے ڈاکٹر سے اپنے علاج کے سلسلے پس مشودہ کرتی ہتی کہ ڈاکٹر اس والد کمرے میں داخل ہوتے۔ اور دونوں ہاتھوں سے نالی بھائی۔ سابقہ ترغیب کی بناء پر رُکٹر اس والد نے ہدایت کی ہتی کہ جب بھی تم مجھے دیکھو گی اور میں نالی بھائوں گا۔ تم پر تنزیمی استنزاق طاری ہو جاتے شگا، رُکٹر کی تنزیم زدہ ہر نئی۔ حالانکہ اس سے قبل علاج سے انکار کر جیکی ہتی۔ اس سے دو پتھر نکلنے ہیں کہ کسی شخص کو اس کی مرضی اور ارادے کے بغیر ہسپنا ٹاگزڈ کیا جاسکتا ہے۔ گو ایسے اشخاص کم ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ترغیب بعد تنزیم روپٹ ہپ نامکمل سمجھیں، کس قدر موثر قوت ہے! بہت سے لوگ اس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اگر معمول کو تنزیمی نیند سے نجگایا جاسکا تو کیا ہو گا؟ یہ وہم بھی لاعلمی کے بہب پیدا ہوتا ہے اگر معمول پر تنزیمی کیفیت طاری کرنے سے قبل اسے یہ ہدایت دیدی جاتے کہ وہ بیداری کا حکم (جاگ جاؤ) دینے پر جاگ جائے گا تو، وہ یقیناً تنزیم کا رکی ہدایت پر عمل کرے گا اگر یہ ہدایت بھی نہ دی جاتے تو تنزیمی نیند طبعی نیند میں تبدیل ہو جاتے گی اور معمول اس طرح بیدار پوچلتے گا جس طرح طبعی نیند سے بیدار ہوا کرنا ہے۔ مسئلہ یہی ہے کہ معمول کو تنزیمی نیند سے کس طرح بیدار کیا جاتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ معمول کے استنزاق کی کیفیت کو کس طرح باقی رکھا جاتے؟ کسی شخص پر تنزیمی کیفیت طاری کرنے سے قبل اسے پورا طرقی نکار اور تنزیم کاری کی نوعیت واضح لفظوں میں بتلادیں چاہئے ۱۱۲۳ء۔ عما۔ اسناد۔ م۱ کے متعلق اسکے ذہن میں کوئی ابہم اور الجھن

نہ ہے۔ اسے یہ بتا دینا چاہیئے کہ (۱) تزییم نہ جادو ہے اور کوئی سپر نارمل
منظارہ یا مظہر (۲) ہر شخص تزعیب (رجشن) سے متاثر ہونا ہے لہش طیب
وہ اسے بتول کرے۔ اگر آپ کسی کو یہ تزعیب دیں گے کہ اس پر تزیبی نہیں
کیفیت غالب آرہی ہے۔ تو یقیناً رفتہ رفتہ اس پر پہلے غزوہ دگی طارکے
ہوگی۔ پھر جسم کے بعض اعضا میں اکڑا اور پیدا ہو گا۔ پھر وہ گھری نہیں۔ میں
چلا جاتے گا۔ اب یہی گھری نہیں کی بے حسی کہ اگر آپ اس کے جسم کو آگ سے
جلا دیں۔ یا چاقو سے چپریں تو اسے پتہ نہ چلے گا۔ اگر اس کے ساتھ یہ بھی
ترغیب دیں۔ تزیبی حالت در در ہو جانے کے بعد نہ یہیں جسم کی جلن
کا احساس ہو گا۔ نہ جر اسی شدہ عضو کی چیر پھارٹ کا کرب محوس ہو گا۔ تو
یقین کریں کہ نامل حالت میں آنے کے بعد وہ بالکل ٹھیک ٹھاک
رہے گا۔ (۳) معمول کو اگر یہ ترغیب دینے کے ہوش میں آنے کے بعد تم
ان نامہ ہدایات کو بھول جاؤ گے۔ جو دوران تزییم دی گئی ہیں۔ تو بالکل
یہی ہو گا۔ ایسا ہی ہو گا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ معمول پر تزیبی اثرات
طاری ہوتے یا نہیں۔ اس کا بغیر لجور سطاخ کرنا چاہیتے۔ ابتدائی
علامات یہ ہیں کہ معمول کی آنکھیں جھکئے۔ لگتی ہیں۔ بعض کی بیتی نہیں
ہو جاتی ہے۔ اور بعض بت بن کر رہ جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ درحقیقت
معمول کی نفیسی کیفیت پر مرفوف ہے۔

الغرض تنزیم کے زیر اثر ہر معمول کی کیفیت مختلف ہوتی ہے۔ تاہم وہ
گھری نہیں ہے ہوتا ہے۔ اور ماحول کے اثر کے قطعی بے خبر اور غیر تاثر
لیکن اگر معمول کو بحالت تنزیم یہ تزییب دیدی جائے کہ وہ اس حالت میں
ماحول سے باخبر ہے گا۔ اور عامل کی ہدایت و ترغیبات کے ساتھیہ بھی
خبر کئے گا کہ اس کے گرد پیش کیا کچھ ہو رہا ہے تو وہ یقیناً اس ہدایت
پر عمل کرے گا۔ مختصر یہ کہ معمول عامل کے باقاعدہ میں ایک آلہ کار کی حیثیت رکھتا
ہے یہ فرض عامل کا ہے کہ وہ اپنے انسانی کھلونے کو نہ آکت و نفاست کیا اقتضائے
استعمال کرے کیونکہ تنزیمی حالت میں معمول کے نفیس میں غیر معمولی قویتیں
بیدار ہو جاتی ہیں۔ مثلاً روشن ضمیری

تنویم اور روشن ضمیری

CAIRNS کی استعداد عام حالت میں جو شخص سیدھا سارا
نظر آتا ہے اور بغیر کسی جو ہر کمال کے زندگی بسر کرنا ہے جب اس پر تنزیمی
حالت طاری کی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک نیا شخص بن گیا ہے
اس کا ذہن زمان و مکان کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہے آج سے
نہیں ہمیشہ سے تنزیمی حالت اور خارق العادات منظاہر (پرزاں ملزم)
توام اور جڑواں حیثیت کے مالک رہے ہیں۔ خارق العادات ان اتفاقیات
کو کہتے تھے۔ جو عام طور پر نہ پیش آتے ہیں۔ اور گاہے گاہے ظہور پر یہ
ہوتے ہوں۔ ڈاکٹر مسمر کے عہد سے لے کر آج تک مسمنیم اور ہننا ٹرم
کے ماہرین ان تنزیمی منطاہر کی تحقیقات کرنے چکے ہیں جس کا تعلق روشن
ضمیری، کشف ٹیکلی سچی اور روشنگر معاملات سے ہے روشن ضمیری

ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے جو حصہ متن میں بعید ترین ماقبل ہے پس پہلی آنے والے واقعات کا علم رانداز ہے۔ آنکھوں کے بغیر دیکھنا۔ کافلوں کے بغیر سنتا یہ سب روشن صیغہ کے تحت آتا ہے۔ انسانی نفس میں بتام خارق العادات صلاحیت مضمون اور خواہ بیدہ ہیں البتہ تنفسی ترمیم تغییب تحریک ان قوتوں کو اجاگرا درفعا عالی کر دیتی ہے۔ جس طرح رویداد صادق ہیں انسان کو مستقبل حال یا ماضی کے باسے ہیں پچے خواب نظر آتے ہیں۔ اسی طرح تنفسی نیند کے دروان بھی معمول کے ذہن کو زمان و مکان کی زنجیر سے آزاد کیا جاسکتا ہے۔ ڈائٹ مسمر نے اپنے کئی معمولوں میں روشن صیغہ اور کشف کی صلاحیت کو برسر کا رپایا تھا یہ بھی امر واقع ہے کہ تنفسی معمول اس کیفیت ہے کہ بھری میں بعض اوقات اپنے گرد پیش واقع ہونے والی بندپیسوں سے جیتناک طور پر باخبر ہو جاتا ہے۔ مسمر کا بیان ہے کہ ہم میں ایک لیسی داخلی حس (INTERIOR SENSE) موجود ہے جو براہ راست کائناتی شور سے منسلک اور مرلوب طب ہے۔ یوں سمجھتے کہ کائناتی شور کی ہر لہر ہمارے ذہن سے گزرتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اسکے وجود سے بے خبر ہیں۔ انسانی ذہن اور شور مطلق رکائناتی ذہن کے دریاں عجیب تر کا نیلف رابطہ پایا جاتا ہے جو کا تجربہ اور مشاہدہ برادر ہونا رہتا ہے۔ S.C.T. خصوصاً نقطہ بینی کی نشان سے روشن صیغہ کی صلاحیتیں پوری طرح بسیدار ہو جاتی ہیں۔ قیصر الانصاری لمحتہ ہیں کہ

ہم نے آپ کی بڑا بیت کے مطابق التحیر (نقطہ بینی) کے فروی کو مشروع کی تھی۔ سات آگست کو اس مشق پر چھے ہمینے گزر گئے۔ اب آپ مجھے اتحادی کی اجازت دی دیں۔ یہاں ایک عجیب بات ہے اور پیدا ہو رہی ہے۔

کہیں جاگئے میں خواب دیکھتی ہوں۔ اور جو کچھ مجھے خواب میں نظر آتا ہے وہی کچھ ہونا ہے مثلاً پس نے عاگے میں دیکھا کہ حیدر آباد پس باش ہو رہی ہے وہی میرا اس روز حیدر آباد میں باش ہوتی۔ اونچی بات یہ ہے کہ اپنے مرن سے روشنی اس طرح نکلنی نظر آتی ہے جیسے کسی شفاف شیشے سے سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے۔ مجھے اب اپنے تصورات و حالات پر مکمل کنٹرول حاصل ہے دیکھنے والے مجھ سے متاثر ہو جاتے ہیں جس لڑکی کو نظر مل گر رکھدے ہیں ہوں گر دیدہ ہو جاتی ہے مخفیر کی میری شخصیت میں مقناطیسیت پیدا ہو گئی ہے!

فیقر انصاری نے لکھا ہے کہ پس باگتے میں خواب دیکھتی ہوں۔ جاگتے میں خواب دیکھنا۔ تزویبی کی بیانات کی خاص علامت ہے بظاہر ارمی سونما ہونا ہے۔ بیان، اس کے تمام حراس چونکے اور زہن پاچ چوبند اور شور فعال درس کرم ہونا ہے۔ وقت کے فاصلے اور سافت کے پرے لگاہ باطن اور لگاہ باطن کی تحریکی پر دیدہ ظاہر سے ہٹ جاتے ہیں۔ اور فیقر انصاری کراچی میں ہوتے ہوئے یہ دیکھ دیتی ہیں اگر حیدر آباد میں اس وقت باش ہو رہی ہے! یہ بھی تزویبی خارق العادات کا ایک مثر ہے۔ بشارت علی (حسن ابدال)، بھی تزویبی مشت کرتے ہیں قحطاز ہیں کہ

چند دن ہوتے شام کے وقت نیلی رآبادی سے دُور خاموش دریان کھنڈل دل والا علاقہ) میں مختفِ نفس لوز کر رہا تھا کہ ایک چکر کے بعد جب کہ سائنس یعنی کے اندر ڈکا ہوا اور نور کا تصور قائم تھا کہ بیکاٹ لگاہ ہاں رہیں کہا اور اک نگاہ ظاہر بھی کرتی ہے۔ اس کے سامنے سفید گلاب کی ایک بند کھلی کنودار ہو گئی۔ معماً خیالِ زیاد کی یہ علمی عدم سے وجہ میں آپنی ہے۔ کچھ

دیر بعد یہ کھل کر خوبصورت پھول بن جاتے گی۔
ہم نے دیکھی شکوفہ نئی گل کی
آپ کا عالم جوانی ہے

بے شک تبدیلی ہیئت کے درمیان اسے بھوڑی سی تکلیف ہو گی۔ لیکن بعد ازاں اس کے عرفیج و اقبال کا نیا دور شروع ہو گا کویا تبدیلی ہیئت کا نیچھے نئی زندگی اور نئی مابندگی ہوتا ہے۔ فنا کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہونا۔ یہاں ایک ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا اور ان انی زندگی کی پوری باقصویر داشان نگاہوں کے سامنے گزر گئی۔ ایک دم کس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ انسان کا عدم میں اس چہاں زنگ بولتا آتا۔ بالکل ویسا ہی ہے جیسے شاخ گل پر غنچہ نو کا نمودار ہونا۔ اور جس طرح کلمی مرکر پھول بن جاتی ہے

رشیع کشتد وزخور شید نشام دارند بعضی چرانع کو بجا ریا اور سونح کے طلوع ہونے کی بشارت دیتی۔ اسی طرح انہاں موت کے بعد نئے لباس وجود کے آراستہ ہوتا ہے اور خاکی زندگی سے کہیں زیادہ دل فریب دلہمار دپر کیف لذت حیات سے آشنا ہونا ہے بخدا! رہ صاحب! جل کیفیت کریان کرنے میں اتنا وقت صرف ہوا وہ ایک سیکنڈ سے بھی کم و تھے میں مجھ پر منکشف ہو گئی۔ اس وحدانی اور عرفانی کیفیت کو مکاشف کہتے ہیں یعنی تصریکی ایک معنا پر مركوز ہو جاتے۔ اور یہاں ایک حقیقت کے کسی نئے پہلو کا انکشاف ہو جاتے۔ یہ صورت حال تنیم زدگی میں پیش آتی ہے۔ درحقیقت جب بھی شخور کی رو معطل ہو جاتے۔ فرما انسان تنہیٰ ہی عالت میں آ جاتا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے تو ہم کاری کی بیناً

"خود تر غبی پر ہے ب فانم خود تر غبی رسیلف ہنپا سر کی عادی ہیں لکھتی
ہیں کہ

خود تر غبی سے جو فائدہ حاصل ہوتے ان کو بیان کرنے کے لئے
الفاظ نہیں ملتے خود تر غبی سے خود اعتمادی بس کافی اضافہ ہو گیا ہے بس
تصور ہی نہ کر سکتی تھی کہ اتنا اعتماد خود تر غبی سے بھیں پیدا ہو جائے
گا۔ بالکل سچے خواب نظر آتے ہیں روزانہ جو پیز نظر سے گزرتی ہے یا
جو بات سنتی ہوں جتنی کہ ایک تنکا بھی دیکھوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے
کہ خواب بس اس تنکا کو اس جگہ پڑے ہوتے دیکھ جیکی ہوں الغرض
عالم بیداری کا ہر منظر دنیا سے خواب کا حصہ لگتا ہے۔ کوئی بات بھی ہیں
نہ آتے تو اس تر غبی سے نکام ہوتی ہوں۔ رات کو یہ فقرہ دہراتی ہوں کہ
اشمار اللہ مجھے اس سوال کا جواب یا اس معتمد کا حل خواب بیٹھ نظر آجائے
گا۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ نمازیں اتنا جی لگتا ہے کہ بیان ہنیں
کر سکتی۔ کبھی کبھی تو سرع سجدے سے اٹھانے کو بالکل بلکا یہ لکھا محسوس کرتی
میرا بُجھے دیکھ رہا ہے۔ اس لمحے اپنے کو بالکل بلکا یہ لکھا محسوس کرتی
ہوں جنم کے اندر لوزی نور نظر آتا ہے۔ اپنے متعلق تصور کرتی ہوں کہ
دنیا بس سب سے زیادہ مسرور و مطمین انان میں ہوں اس حالت میں
دشمن کے متعلق بھی ہرگز نہیں سوتھ سکتی۔ دوست دشمن کی تمیز ختم ہو
چکی ہے۔ سب کے دلکھ با نیٹنے اور سب کے ساتھ حسن و سلوک کی تکمیل
ہے۔ سوچتی ہوں کہ دشمن جانی سامنے آتے تو اسے بھی گلے سے لگاؤں۔
اس پر اپنا سارا خلوص اور نجیتیں نچادر کر دوں۔ ایک طرف تو گیفتہ
ہے۔ دوسری طرف عالم یہ ہے کہ جب بیزاری کا دورہ پڑتا ہے تو نہ خدا

نہ ناٹنہ زکوٰۃ نہ روزہ وینی جن منفی خیالات پر غالب آنے کے لئے ترغیب
مشرع کی ہوتی۔ وہی منفی اور تحیری خیالات پھر غالب آ جاتے ہیں۔ پھر
طرح طرح کے خیالات ذہن پر ہلہ دول دیتے ہیں۔ نیکن یہ صورت حال نقصان
رسان نہیں۔ کیونکہ منفی خیالات کے ساتھ ہی دل دھڑکنے لگتا ہے
اور جان نکلنے لگتی ہے پہلے منفی خیال آتا تھا تو دماغ سے چک جاتا
تھا اب یہ صورت ہے کہ منفی ہدایات و خیالات کی لہر آتی ہے۔ اور
گزر جاتی ہے۔ موت برجت ہے پہلے اس موقعے کو سنا تھا سمجھانا تھا
لیکن اب موت پر سو بیضدی یقین آگیا ہے ایک دفعہ سخت بخار کے
حالت میں اپنے کو قبر میں پڑا محسوس کیا۔ مگر دزابی ڈرن لگا۔ بلکہ رُع
سے اللہ اللہ کی آواز آتی رہی۔ کبھی کھارخواب میں عجیب غریب نام
پڑھتی ہوں۔ یا تقریر کرتی ہوں۔ یہ زبان میری لا سمجھ سے باہر ہے
خواب میں محسوس ہوتا ہے کہ میں اس زبان کو بخوبی سمجھتی ہوں اور
ذرف بوقتی ہوں البتہ بیدار ہونے پر ذہن میں کچھ نہیں ہونا۔ بالکل
خالی الدماغ ہوتی ہوں۔ کبھی لگتا ہے کہ قد کافی لمبا ہو گیا ہے
کبھی اپنا وجود ہوٹا لگتا ہے۔ خود تریغی کے نتیجے میں عجیب غریب
خواب نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ خواب میں تقریباً ایک مسیل کافاصلہ
پر واڑ کنائ طے ہو گیا۔ ایک مرتبہ ہاتھی پر اپنے کوسار دیکھا خود تریغی کی
خس پوری طرح بیدار ہو گئی ہے۔ جیسا میں نے از سر نوجنم لیا ہے
جباب والا! مجھے پورا یقین ہے کہ اگر کوئی خود تریغی اور خود تزویجی پر
پر عمل کرے۔ اور لاٹھوری مزاجمت سے خوفزدہ نہ ہو۔ تو وہ اپنے کو
بتدا بج پدل سکتا ہے۔ تریغی کا ایک ایک فقرہ یہ رہے ذہن میں

بیوست ہو گیا ہے۔ داکٹر صلاح الدین ناصر (ملتان) لکھتے ہیں کہ

حوالہ ظاہرہ

میں نے چند معمولوں پر تحریکی ترعیبات کو آندا کر دیکھا۔ دل کو بہت تقویت ہوئی۔ حوصلہ بڑھا۔ بعد میں خیال آیا کہ مختلف معمولوں کو آزملنے کے سجائے کسی ایک معمول کو آزمایا جائے۔ سو آجکل میری معمول ایک پچھس سال قاتون ہے۔ ان پر قوری تنزہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ پھر ان کے حوالہ ظاہری پر قبضہ رہنا دخوار نہیں ہوتا۔ مثلاً استغراق کے دوران ترعیبات کے ذریعہ ان پر تحذیر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ترغیب دی جائے کہ جب میں میز پر مکاماروں کا تواسی آواز میں معمول کی قوت سماعت ختم ہو جائے گی۔ اور سر پر ہاتھ پھرا جائے گا۔ قوم سب کچھ سننے لگ جاؤ گی۔ تروہ اس ترعیب پر عمل کرتی ہیں۔ مکہ مارنے سے ان کی قوت سماعت ختم ہو جاتی ہے۔ اور سر پر ہاتھ پھرنے سے شذوائی ر سننے کی قوت بحال ہو جاتی ہے یہ تو حال ہوا سماعت کا! قوت ذاتی کو بھی ترغیب کے ذریعہ بدلتے کا تجربہ پ کیا۔ تنزہی کیفیت میں معمول کو یہ ترعیب دے کر کہ یہ سیطھاشتر رہیت ہے کوئین کا کڑوا مکھر میلا دیا۔ کیا مجال جو چہکے پر کڑوا ہٹ کی تیہنی نمودار ہوئی ہو۔ اس طرح الکو سبب بتا کر کھلایا گیا۔ اور سبب ہی سمجھ کر کھلایا گیا۔ اس طرح ترغیب کے ذریعہ تمام واس نہایتی کو معطل کرنے کے کامیاب تجربے کے نتھے معمول سے کہا گیا کہ تم پانچ منٹ تک سول رہو گی اور نیک پانچ منٹ کے بعد بیدار ہو جاؤ گتی۔ معمول نے بڑی صحت سے حکم کی تعقیل کی

ڈاکٹر صلاح الدین ناصر نے اس سلسلے میں کچھ سوالات بھی کئے ہیں یعنی
 (۱) تنویمی نیند کے کتنے درجے ہیں۔ (۲) معمول پر جو کیفیت تنویم میں
 گزرتی ہے (جب کہ حواسِ ظاہری متعطل ہو جاتے ہیں) وہ کس درجے کے
 میند میں ممکن ہے۔ (۳) توجہ کی یکسوئی کی مرحد کہاں سے شروع ہوتی ہے
 (۴) جطروح بحالت استغراقِ ترغیبات سے معمول کے حواسِ خمسہ تیزیت
 ہو جاتے ہیں۔ کیا اس طرح اسی ذہنی قوت (حسِ باطنی) کو بھی ترقی دی
 جاتی ہے۔ (۵) کیا ہنپانہ زم کے عمل سے روشن صیری کا انہصار ممکن ہے۔
 (۶) کیا یہ ممکن ہے کہ تنویمی معمول سے لفظ کی لیسی صلاحیتوں کو جگانا دیا
 جائے کہ وہ پوشیدہ چیزوں کا علم حاصل کر سکے۔ ڈاکٹر صلاح الدین نے
 ناصر اور دوسرے تنویم کارزوں کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ معمول تی
 ترغیب پذیری کا اختصار نیند پڑھیں۔ معمول کی فتنی کیفیت پر ہے
 بس اس تدریکانی ہے کہ معمولِ جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آنہکیں بند کر کے
 اطمینان سے لیٹ جاتے۔ اور اپنی یوری توجہِ عامل کی ترغیبات پر مرکوز
 کر دے۔ جب عامل کہے کہ اب تم پانکل آرام دہ حالت میں لیٹے ہو۔ تو
 معمول کو مخصوص کرنا چاہیے کہ فی الواقع وہ نہایت آرام اور سکون سے
 لیٹا ہے۔ جب تنویم کا رہنمی سے کہے کہ تمہارا جسم بوجھل ہو رہا ہے۔
 تمہارا بدن سن ہو رہا ہے تمہارے ہاتھ پاؤں اکڑ رہے ہیں۔ تمہارے
 پیوٹے بند ہو رہے ہیں۔ تمہاری پیکنیں بند ہو رہی ہیں۔ نعتاری آنہکیں
 بند ہو رہی ہیں۔ تو علا معمول ان بتام جیماں مکیفیات کو مخصوص کرے
 پس پیچ اس کا جسم بوجھل ہو جاتے۔ بدن سن ہو جاتے۔ ہاتھ پاؤں اکڑ
 جاتیں پیوٹے بند ہو جا ہیں۔ پیکنیں بخاری ہو جاتیں اور آنہکیں

بند ہو جا ہے۔ گریا اصل شے نیند کے مختلف مدارج ہئیں بلکہ تر عینب پذیری کی شدت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عالم میں معیول کا ذہن یکو ہو جاتا ہے۔ اور حرف عامی کے احکام کی بجا اوری ہی اس کا مقصد عمل بن جانا ہر اس عالم میں معقول پر شرید عملیات جراحت کے جا ہے تو اس کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا نیند کے ہر درجے میں معقول ہر تسمیہ کی تر عینبات قبول کر کے ان پر عمل کر سکتا ہے۔ یہ تنیم کار پر ہے اور وہ معقول کر کسی درجہ پر رکھنا چاہتا ہے۔ ہمیں نیند میں۔ اچھتی ہوئی میں یا اگری نیند میں! البتہ یہ صحیح ہے کہ معقول کی تنیمی کیفیت جس قدر گھری ہوئی۔

(رجیشنز) اور تر عینبات اور مابعد التنیم روپٹ (پنیاطک جیشنز) کے اثرات اسی قدر دی پا ہوں گے۔ اور جبقدر تنیمی اثرات گھرے ہوں گے۔ ذہنی اور نفسی تبدیلیاں اسی قدر دیسیع ہوں گی! جہاں تک علاج معاکنے کا تعلق ہے تو بلاشبہ شفایاںی تنیم کا کمی مہارت اور مقناع طبی قوت پر موقوف ہے۔ جالب سید روانہ شاہ، اپنے مکتوب مورخہ سر نونبر ۱۹۷۶ء میں رقم طاز، میں کہ غالباً دس یا گیارہ ہیئتے ہوتے کہ ایک عمر زیرہ شخص کو والد صاحب گھر میں لے کر آتے۔ اب وہ شخص شاید پنجاب میں کسی مقام پر ہو گا۔ اس اخوبی شخص نے بجہ کمال کا مظاہرہ کیا۔ اور اس واقعہ نے چند سوالات ذہن میں پیدا کئے، میں سب سے پہلے اس نے دس گیارہ سال پچے کو فرش پر لٹایا۔ اور اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اس شخص کے کہنے پر ہم ب نے درود شریف پڑھ پڑھ کر اسپر چڑنکا۔ جب یہ استدائی تیاریاں ہو چکیں۔ تو اس شخص نے جس کا نام عبد اللہ تھا۔ پچے کو حکم دیا کہ تقریر کرو۔ تم فلاں سبزہ زاریں ہو۔ لڑکے نے اعتراف کیا کہ ہوں۔ پھر عبد اللہ نے پے

کو تریغیب دی کہ تم اپنے دوستوں سے ساتھ ہمیں جائے ہو۔ انہیں سلام کر بُے ہو۔ وہ جواب دے لے ہے ہیں۔ غرض آہستہ آہستہ آہستہ پچھے پر عبداللہ تنزیم کار کے احکام کی تعمیل میں ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ امور عینہ کی تفصیل بیان کرنے لگا۔ پھر اسے بنزہ زار کی کیفیت معلوم کی۔ جو کسی طرح پچھے کے علم بیش تھی۔ پھر اس سے اسکول کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے بالکل صحیح کہا کہ میرے باہم طرف بلڈنگ ہے۔ داہمی طرف کیکر کا درخت ہے۔ سامنے لاٹر بری کی کی عمارت ہے۔ الغرض عبداللہ کے حکم پر پچھے نے ساری صحیح تفصیلات بیان کر دیں۔ حالانکہ وہ ان مقامات سے واقع نہ تھا۔ اب عبداللہ کی حالت سن لیجئے۔ یہ ایک اجد گنوار ہے۔ لکھناڑھناتک نہیں جانتا۔ جاہل ہے گھٹیا ذوق رکھنا ہے یا ایسی ہمہ باشیں اور نمازی ہے۔ مسزا بھی ہے۔ گیب باز بھی ہے۔ عبداللہ کی شخیقت میں کوئی جاذبیت نہیں۔ با ایں ہمہ ایک خونناک مقناطیسی کیفیت کا مالک ہے۔ جالب سید نے آخر میں لکھا ہے کہ میرا خیال ہے کہ ان منظہر کا نغلق اسپری چوپ ازم اور ہپنائزم سے ہے!

جناب سید نے درست لکھا ہے۔ عبداللہ تنزیم کا رنگ۔ اور عبداللہ جیسے صدماں تنزیم کا رنگ۔ بازار طرکوں پر تاشے دکھاتے مل جائیں گے۔ لیکن ایسے انداڑیوں کو تنزیم کاری کی اجازت دینا۔ ہپنائزم کی ششیں کے ساتھ ظلم ہے۔

بیک نظر

آئیتے اب بیک نظر ہنپاٹزم اور سمرنیم کے مباحثت کا جائز
لے کر اپنے لئے کوئی لاتھ عمل طے کر لیں۔ ہنپاٹزم ہو یا سمرنیم! ॥
دوں کا تسلق اڑانڈازی اور اڑپذیری سے ہے۔ یعنی آپ
تنویم کارکی چیخت سے معمول کو جو ترغیب دیں۔ وہ اسے پچے دل
تپیل کرے۔ لیکن اگر عامل کی وقت ارادی پوری طرح برسر کار ہے ا
اسکی مقناطیسی شخصیت دوسرا کو مسحور و مخز کر سمجھتی ہے۔ تو ہر پ
معمول چاہے یا نہ چاہے وہ عامل کے احکامات بحالانے پر مجبوڑے ہے جو
لوگوں کو تنویم کارکی یہی مہارت کلی حاصل ہوتی ہے۔ تو اُدی تو اُد
جانوں تک کو "سمر آنڑ" یا "ہنپاٹا نڑ" یعنی اس پر تنویمی نیندیا
بے حسی طاری کر سکتا ہے۔ یہ کوئی افسالوی اندانز بیان نہیں۔ ا
واقعہ یہ ہے کہ شیر بھتی۔ ارنے بھنے، مرگ مچھ اور اڑد ہے جیسے نہ
اور قوی الجثہ جاروں تک کو تنویم زدہ" کیا جاتا اور کیا جائسکنا ہے
میں نے خود اس نیم کے کرشمے دیکھے ہیں۔ مرگ کیا اس کے معنی یہ ہے
کہ ہنپاٹزم اور سمرنیم (ایک ہی پیزی کے درد نام ہیں۔) کا جادو سے کوئی
تعلق ہے؟ بھی نہیں! جارو پا ضابط ایک فن ہے۔ اور میں اس
فن سے ناواقف محض ہوں۔ کوئی ختمی راتے سحر و سامری کے
باۓ میں قائم کر لیتا ممکن نہیں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ تنویم کارہ
اور جارو میں ٹرلاسیری رشتہ ہوٹا ہے۔ ساحر و سحور ہیں وہی راد
ہوتا ہے۔ جو عامل تنویم دعمول تنویم بلکہ مرید و مرشد میں پایا جاتا

اب تک یہ بات طے ہنیں ہوئی کہ تنزیمی وقت کی اصل کیا ہے؟ کیا یہ تنائی کی کوئی ایسی فرم ہے جو ذہن انسانی کے عمل سے پیدا ہوتی ہے مراقبت کی کیفیت میں انسانی دماغ سے بعض فرم کی لہریں نکلتی ہیں لیکن ان لہروں کی سائنسی تحریح اب تک ہنیں ہوئی۔ عین ممکن ہے کہ تنزیمی نیند کے دروان بھی عاملِ رسمول کے دریابان کسی انجام تو انہی کی بدولت کوئی ناقابل شکست رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس رشتہ کو تنزیم کاری کی اصطلاح میں RAPORT کہتے ہیں۔ فنِ تنزیم کے تکنیکی باریکیوں میں غلط زندگی کے بغیر عام آدمی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ مسل تریعیبات کے ذریعہ اپنے اور تنزیمی کیفیت طاری کر سکتا ہے! رضاب تعمیر و تنظیمِ شخصیت (A.C.T) کی تمام مشقیں، ذہن۔ اعصاب اور جسم پر تنزیمی اثرات ڈالتی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ سانس از نکاز توجہ اور مراقبہ کی مشقیں! آپ تو کسی تنزیم کا رکنی تلاش و سستجو کے بجائے خود تنزیمی کی مشق کرنی چاہیے۔ یعنی تریعیبات کے ذریعہ اپنے اور غنودگی اور جسم میں تناؤ و زبردراجم اکٹھ رہا ہے مجھے نیند آرے ہے۔ اس کی حالت طاری کرنی پڑا ہے۔ تریعیتی فقرہ جستی بار دہرا بیش نہیں۔ اس کیفیت میں شدت پیدا ہوتی چلی جاتے گی۔ فرض کیجئے کہ آپ کی تریعیبات سے جسم اور ذہن کوئی اثر بتوں نہیں کرنا۔ نہ کرنے۔ آپ نیند آتے وقت اور آجائے گئے کے ساتھ ہی تریعیتی فقرہ مثلاً میں روز بروز بہتر سے بہتر ہونا پڑلاتا ہوں۔ دہرانا شروع کر دیں۔ اور کم سے کم اکیس مرتبہ یہ فقرہ دہرا بیش۔ رفتہ رفتہ اس عمل سے مجنز نہما اثرات ظاہر ہوں گے۔

ڈاکٹر محمد اصغر (فضلیل آباد) لکھتے ہیں کہ

کیروں روگ میں مر ریفہ کا بیان ہے کہ میں اس نے زندہ ہوں
 کر مجھے ماں نے اپنی دعاؤں سے مرنے ہنس دیا۔ کیروں روگ میں اب
 شادی شدہ اور تین پچھوں کی ماں ہے اسکی کہانی یہ ہے کہ ل۱۹۶۸ء
 میں وہ کار کے ایک حادثہ میں شدید جروح ہو گئی تھی۔ دماغی ضرب
 ایسی بیگنی کے کیروں روگ میں پر زہروسی طاری ہو گئی اور وہ چار ماہ اسی
 حالت میں رہی۔ اس کا وزن ۱۳۲ پونڈ سے کم ہو کر صرف پنیٹھ پونڈ
 رہ گیا۔ ڈاکٹروں نے اعلان کر دیا کہ اب وہ مر ریفہ کی جان۔ پچانے کے
 فاصر ہیں۔ اور یہ کہ اسکی جان بری کی ایسید صرف پائیں میضید ہے شفایا۔
 مر ریفہ کا بیان ہے کہ اسکی ماں ہر روز اسکے کان میں کہتی تھی کہ
 خدا ہر سب سے پر زدار ہے اور وہ بختنے تندرست کرنے گا! دعا اور دعا
 نے آخر اثر کھلایا اور لڑکی چند ماہ میں بالشکل ٹھیک ہو گئی۔ دمکبوغ
 نولے دفعہ (بیکم الکترپرس کشہ ۱۹۶۸) حقیقت یہ ہے کہ دعا بجا تے خود ایک
 تریغی قوت ہے۔ آپ انتظار و اضطراب کے عالم میں پوسے اغلام
 کے ساتھ ہجور ہو اما نکھٹے ہیں۔ وہ نفس انسانی کے اندر تریغی حیرت
 انیکز طاقتار کو حسم دے دیتی ہے۔ اور آدمی پیش آمدہ مصائب پر
 غالب آنے کرنے کو شان اور غالب آ جاتا ہے۔ عقیدہ بہت بڑی
 طاقت ہے۔ نفس کا وہ حصہ جو عقیدہ کی براہ راست گرفت میں رہتا
 ہے عقل کی ترکشاہی سے بچا رہتا ہے۔ تریغی تریغیات خواہ وہ تریغی
 دوسرے کی زبان سے ادا ہو یا آپ خود تریغی پر عامل ہوں نفس کے اس
 حصے پر اثر اداز ہوتی ہے جو براہ راست عقیدے کو بتوں کرنے پر
 مستعد رہتا ہے۔ تریغی علاج سو میضیدی سانسی طریق علاج ہے۔